Truth in Love

گاڈز کنگڈم منسٹریز

غالب آنے والا کیسے بننا ہے؟

مصنف
ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم
ڈاکٹر فیاض انور



غالب آنے والا کیسے بننا ہے؟

مصنف

ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم

ڈاکٹر فیاض انور

ناشرین: وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

ناشرین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وننگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

مصنف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز

مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فیاض انور

معاونین۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔جینفر فیاض، زینت ناز

پروف ریڈنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پادری ایڈورسن، پادری محبوب، پادری مالک

نظرثانی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پروفیسر فنی ایل، پروفیسر شاہد صدیق، روبن جان

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ڈاکٹر فیاض انور

تعداد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ایک ہزار

بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اوّل

مئی ۲۰۲۳ء

پتہ: مریم صدیقہ ٹاؤن چن دا قلعہ، گوجرانوالہ

رابطہ: 03007499529,03462448983

انتساب

سکاٹش مشنری تھامس ہنٹر کے نام

مترجم

فہرست مضامین

پہلا باب

معاف کرنے والا بننا

غالب آنا یسوع مسیح میں محض ایمان دار ہونا نہیں ہے۔ یوحنا کے سات کلیسیاؤں کو دیئے گئے پیغام میں پوری عالمگیر کلیسیا کو مخاطب کیا گیا ہے، لیکن اجر صرف اُن کے لیے مخصوص ہیں جو غالب آئے۔ اِس سے یہ بات واضح ہے کہ تمام مسیحی اصل میں غالب نہیں آئیں گے۔

اہل مسیحیت کو غالب آنے والوں کو عام راست بازوں سے ممتاز کرنے میں جو مشکل پیش آتی ہے وہ اس لیے ہے کہ اُن کا سزا اور جزا کا تصور بہت سادہ ہے۔ عام طور پر یہ مانا جاتا ہے کہ ناراستوں کو "جہنم" کی سزا دی جائے گی جب کہ تمام راست باز "ہمیشہ کی زندگی" حاصل کریں گے۔ اِس میں الٰہی عمومیت (Divine Democracy) کی ایک مثال نظر آتی ہے، جہاں سب لوگوں کے ساتھ محض اِس وجہ سے یکساں سلوک کیا جائے گا کہ کیا وہ یسوع مسیح پر یقین رکھتے ہیں کہ نہیں۔

لیکن یسوع نے خود لوقا ۱۹ باب میں اِس بات کو واضح کیا کہ کچھ ایمان داروں کو پانچ شہروں (۱۹:۱۹) یا دس شہروں (۱۹:۱۷) پر اختیار دیا جائے گا۔ یہ آیات ظاہر کرتی ہیں کہ مستقبل میں تمام اجر برابر نہیں ہوں گے۔ لیکن یہ لافانی زندگی کے بنیادی اجر سے الگ ہے، کیوں کہ یہ انعامات دُوسروں یا دُوسرے شہروں پر اختیار رکھنے سے متعلق ہیں۔ ابدی زندگی ہر ایک کو یکساں طور پر ملے گی، لیکن وہ محض اجر نہیں ہے۔

اِس سوال کو بھی بہت کم سمجھا جاتا ہے کہ پھر ایک شخص کو کب ابدی زندگی کا انعام ملے گا۔ اِس بات سے میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اِس بحث میں پڑا جائے کہ کوئی شخص اپنی موت کے وقت ابدی زندگی حاصل کرتا ہے یا مستقبل میں ہونے والی قیامت پر۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ کیا وہ پہلی قیامت میں جی اُٹھے گا یا دُوسری قیامت میں۔

پہلی قیامت اُن لوگوں پر مشتمل ہوگی جنہیں اختیار کے درجات کے لیے بُلایا جائے گا، مکاشفہ ۲۰:۴۔۶ میں لکھا ہے،

> "۔۔۔وہ زندہ ہو کر ہزار برس تک مسیح کے ساتھ بادشاہی کرتے رہے۔ اور جب تک یہ ہزار برس پورے نہ ہو لیے باقی مُردے زِندہ نہ ہوئے۔ پہلی قیامت یہی ہے۔

مُبارک اور مُقدّس وہ ہے جو پہلی قیامت میں شریک ہو۔ ایسوں پر دُوسری موت کا کچھ اختیار نہیں بلکہ وہ خُدا اور مسیح کے کاہن ہوں گے اور اُس کے ساتھ ہزار برس تک بادشاہی کریں گے۔''

پہلی قیامت میں ہر ایک کو شامل نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ یہ آیات ''باقی مُردوں'' کے بارے میں بات کرتیں ہیں جو ہزار برس تک مُردوں میں سے زندہ نہیں ہوں گے۔ یوں یہ پہلی قیامت کو محدود کر دیتا ہے۔ تاہم دُوسری قیامت میں تمام مُردے شامل ہوں گے یعنی ''باقی مُردے'' ۔ یسوع نے یوحنا ۵: ۲۸۔ ۲۹ میں اِس قیامت کے بارے میں بات کی۔

''اِس سے تعجب نہ کرو کیوں کہ وہ وقت آتا ہے کہ جتنے قبروں میں ہیں اُس کی آواز سن کر نکلیں گے۔ جنہوں نے نیکی کی ہے زندگی کی قیامت کے واسطے اور جنہوں نے بدی کی ہے سزا کی قیامت کے واسطے۔''

جس قیامت کے بارے میں یسوع نے یہاں بات کی وہ دُوسری قیامت ہے، جس میں ''جتنے قبروں میں ہیں'' سب زندہ کیے جائیں گے۔ انتیسویں آیت میں یسوع واضح کرتا ہے کہ اِس قیامت میں راست باز اور بے ایمان دونوں شامل ہوں گے، کیوں کہ کچھ کو ''زندگی'' ملے گی، جب کہ دُوسروں کی ''عدالت'' کی جائے گی (پولس نے اعمال ۲۴: ۱۵ میں اِس کی تصدیق کی)۔

یوں ہم یہ نتیجہ اَخذ کر سکتے ہیں کہ پہلی قیامت میں صرف غالب آنے والے شامل ہوں گے، نہ کہ تمام نامی مسیحی اور راست باز۔ دُوسری قیامت (سفید تخت کی عدالت) میں راست باز اور ناراست دونوں ہی شامل ہوں گے، جو ایک ہی وقت میں اپنا اپنا اجر (زندگی یا عدالت) حاصل کریں گے۔ یہ یسوع کی لوقا ۱۲: ۴۶ میں دی گئی تعلیم سے مطابقت رکھتا ہے، جہاں وہ کہتا ہے کہ خُدا کے کچھ ''نوکروں'' کو بے ایمانوں کے ساتھ اجر ملے گا۔

مُردے ''آخری نرسنگے'' کے پھونکے جانے پر زندہ کیے جائیں گے۔ اِس بات کی تصدیق موسیٰ نے بھی کی، جس نے پیشین گوئی کی کہ جماعت (کلیسیا) کو دو چاندی کے نرسنگے پھونک کر خُدا کے سامنے حاضر کیا جائے (گنتی ۱۰: ۳)۔ لیکن لوگوں کے سرداروں کو بُلانے کے لیے صرف ایک ہی نرسنگا پھونکا جاتا تھا جو اُن پر اختیار رکھتے تھے۔

چوں کہ ’’آخری نرسنگا‘‘ بہ طور واحد اصطلاح استعمال کیا گیا ہے۔ ہم دیکھ سکتے ہیں پولس پہلی قیامت کے بارے میں بات کر رہا تھا جس میں صرف اُن لوگوں کو بُلایا جائے گا جو لوگوں کے سردار یعنی ’’غالب آنے والے‘‘ ہوں گے۔ یہ وہ ’’بہتر قیامت‘‘ (عبرانیوں ۱۱:۳۵) ہے جسے ایمان دار لوگ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

دو قیامتوں کے درمیان فرق اِس سوال کو جنم دیتا ہے کہ کون سا عمل کسی کو غالب آنے والا بنا دیتا ہے؟ کیا کسی شخص کے سر کو لازمی قلم کیا جانا چاہیے، جیسا کہ ہم مکاشفہ ۲۰:۴ میں پڑھتے ہیں؟ کیا کسی شخص کو غالب آنے والا بننے کے لیے لازماً شہید ہونا پڑے گا؟ جیسا کہ بہت سے مردِ ایمان نے کیا جن کا ذکر عبرانیوں ۱۱ باب میں کیا گیا ہے۔ کئی لوگ صدیوں سے ایسا ہی مانتے آ رہے ہیں۔

اِس کا سادہ سا جواب یہ ہے: اولاً، غالب آنے والوں کو لازماً اپنا سر قلم کرانا چاہیے، لیکن لازمی نہیں یہ جسمانی سر ہی ہو۔ خُدا ہمارے جسمانی سر سے زیادہ ہمارے ذہنوں کو مسیح کی عقل سے تر بتر کرنا چاہتا ہے۔

ثانیاً، عبرانیوں ۱۱ باب میں بیان کی گئی غالب آنے والوں کی فہرست میں بنیادی طور پر اُن کے ایمان کی تعریف کی گئی ہے نہ کہ اُن کی موت کی۔ پھر بھی اُنھوں نے اپنی جانوں سے زیادہ خُدا سے محبت کی۔ عبرانیوں ۱۱ باب میں بیان کی گئی فہرست میں صرف دو لوگوں کا ذکر اُن کے نام سے کیا گیا ہے جو اصل میں شہید ہوئے، اور وہ دو لوگ ہابل اور سمسون تھے۔ اِن دونوں میں سے کسی کا بھی سر قلم نہیں کیا گیا، اور باقی سب لوگ طبعی موت مرے۔ لیکن پھر بھی سب نے ’’بہتر قیامت‘‘ کو حاصل کیا۔

بہتر قیامت کا وعدہ محض اُن لوگوں سے کیا گیا ہے جو اُس کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔

تو پھر غالب آنے کے لیے کون سی چیز ضروری ہے؟ ہمیں ’’بہتر قیامت‘‘ اور خُدا کی بادشاہی میں ’’حکمران‘‘ بننے کے لیے کیا کرنا لازم ہے؟

کلامِ مقدس میں چار بنیادی چیزیں جن کے بارے میں واضح تعلیم دی گئی ہے۔ یقیناً اُن کی تعداد اِس سے کہیں زیادہ ہے لیکن اگر ایک شخص اِن چاروں کو پورا کر لے تو بلاشبہ وہ باقی احکامات کو بھی پورا کر لے گا۔

متی ۱۸:۲۱-۲۲ میں ہم پڑھتے ہیں،

’’اُس وقت پطرس نے پاس آ کر اُس سے کہا اَے خُداوند اگر میرا بھائی میرا گناہ کرتا رہے تو میں کتنی دفعہ اُسے معاف کروں؟ کیا سات بار تک؟ یسوع نے اُس سے کہا میں

تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات بار بلکہ سات دفعہ کے ستر بار تک''۔

ستر کو سات گنا کیا جائے تو یہ چار سو نوّے (۴۹۰) بنتے ہیں۔ یہ کوئی بے ترتیب عدد نہیں تھا۔ یہ دانی ایل کے ستر ہفتوں کے برابر ہے (دانی ۹:۲۴)۔ اور یہ دس یوبلیاں بھی ہیں (۱۰ × ۴۹)۔ چار سو نوّے (۴۹۰) ایک نمایاں عدد ہے، کیوں کہ یہ ایک معافی کا دَور (cycle) ہے۔

ہر سال یومِ کفارہ پر خُدا قوم کو معاف کرتا اور اُن کا گناہ برہ کے لہو سے چھپا دیتا۔ یوں جب یسوع نے ''سات دفعہ کے ستر بار'' معاف کرنے کے لیے کہا، تو اُس نے بائبلی پیشین گوئی میں عدالت کی ایک چھپی ہوئی سچائی کے بارے میں بیان کیا۔ خُدا نے قوم کو چار سو نوّے (۴۹۰) بار معاف کیا، یعنی ہر سال یومِ کفارہ کے دن۔

دانی ایل کے ستر ہفتوں (۴۵۸ ق۔م) کے آغاز سے جب یہوداہ کے یوبلی کیلنڈر کو الٰہی طور پر بحال کیا گیا تو خُدا نے ایک بار پھر قوم (دُنیا) کو اگلے ۴۹۰ سال کے لیے ہر سال معاف کر دیا۔ اُس عرصہ کا آخری سال ۳۳ عیسوی میں ختم ہوا، اُس وقت خُدا نے تمام معاوضہ وصول کر لیا۔ اُس قرض کو خارج کر دیا اور یسوع کو بھیجا تا کہ صلیب پر اِس کی مکمل ادائیگی کی جائے۔ لہٰذا اُس نے دُنیا کے گناہ کا معاوضہ ادا کرنے سے اُن کا اپنے ساتھ ٹوٹا ہوا رشتہ بحال کر لیا۔

یسوع نے ۴۹۰ مرتبہ معاف کرنے کے اپنے بیان کو ایک تمثیل کے ذریعے ظاہر کیا۔ اُس نے یہ بات پطرس کو ۴۹۰ مرتبہ معاف کرنے کے فوراً بعد کہی جب اُس نے سات بار معاف کرنے کے لیے کہا۔ متی ۱۸:۲۳۔۲۵ میں ہم پڑھتے ہیں،

> ''پس آسمان کی بادشاہی اُس بادشاہ کی مانند ہے جس نے اپنے نوکروں سے حساب لینا چاہا۔ اور جب حساب لینے لگا تو اُس کے سامنے ایک قرض دار حاضر کیا گیا جس پر اُس کے دس ہزار توڑے آتے تھے۔''

اُن دِنوں سونے کا ''توڑا'' (talent) ۱۳۱ پاونڈ (سناری بٹکھرا/troy) پر مشتمل ہوتا تھا۔ چاندی کا ایک ''توڑا'' ۱۱۷ پاونڈ (سناری بٹکھرا/troy) کا ہوتا تھا۔ سونے یا چاندی کے دس ہزار ''توڑے'' ایک بہت بڑے قرض کو ظاہر کرتے ہیں جس کی ادائیگی ناممکن تھی۔ اور یقیناً یہی بات یسوع کی تمثیل کا مرکزی نکتہ ہے۔

تمثیل میں قرض دار رحم کی درخواست کرتا ہے اور بادشاہ اُس کا سارا قرض معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اُس قرض دار نے اپنے ایک قرض خواہ کے معمولی قرض کو معاف کرنے سے انکار کر دیا۔ جب بادشاہ کو اِس بات کی خبر ہوئی تو اُس نے اُس قرض دار کو بلایا۔ بتیسویں سے پینتیسویں آیات ہمیں بتاتی ہیں،

''اِس پر اُس کے مالک نے اُس کو پاس بلا کر اُس سے کہا اے شریر نوکر! میں نے وہ سارا قرض تجھے اِس لیے بخش دیا کہ تو نے میری منّت کی تھی۔ کیا تجھے لازم نہ تھا کہ جیسا میں نے تجھ پر رحم کیا تُو بھی اپنے ہم خدمت پر رحم کرتا؟ اور اُس کے مالک نے خفا ہو کر اُس کو جلّادوں کے حوالہ کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کر دے قید (رومی قانون کی کتابوں میں قید کو ''cruciatus corporis'' کہا گیا۔ جس کے معنی ''جسم کو مصلوب'' کرنا ہے) رہے۔''

پھر یسوع نے اِس تمثیل کا خلاصہ اِس کہانی کے اخلاقی سبق کے طور پر کیا،

''میرا آسمانی باپ بھی تمھارے ساتھ اِسی طرح کرے گا اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کو دِل سے مُعاف نہ کرے۔''

یوں ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمثیل دراصل مالی قرض مُعاف کرنے کے متعلق نہیں ہے بلکہ اُن تمام خطاؤں کے متعلق ہے جو لوگوں نے ہمارے خلاف کیں۔ ہمیں لوگوں کو مُعاف کرنے میں یسوع مسیح کے نمونہ کی پیروی کرنی چاہیے۔ متی ۶:۱۲ میں بیان کی گئی دُعائے ربّانی میں ہم پڑھتے ہیں، ''اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں مُعاف کر۔'' لوقا ۱۱:۴ میں یہ کچھ اِس طرح سے بیان کیا گیا ہے:

''اور ہمارے گناہ معاف کر کیوں کہ ہم بھی اپنے ہر قرض دار کو مُعاف کرتے ہیں اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔''

بائبل مقدّس میں گناہ کو بہ طور قرض تصور کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی دُوسرے کے خلاف گناہ کرتا ہے تو کہا جائے گا کہ وہ اُس کا مقروض ہے۔ اِس طرح مالی قرض مُعاف کرنے کی یسوع مسیح کی تمثیل اصل میں مُعافی کی فطرت کے متعلق ہے۔ بے شک یسوع خود مُعافی کی وسعت کو بیان کرنے میں ہماری راہنمائی کرنے کے لیے تیار تھا کہ کسی شخص کو لامتناہی حدود تک مُعاف کرنا ہے، اُس نے صلیب پر کہا، ''اے باپ!

اِن کومعاف کر کیوں کہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں‘‘ (لوقا۲۳:۳۴)۔

مسیحیوں کو اکثر اُن لوگوں کو مُعاف کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جنہوں نے اُن کے خلاف گناہ کیا۔ کچھ لوگوں کے ساتھ دُوسروں نے واقعی بے رحمی کا سلوک کیا ہوتا ہے۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ اُنھوں نے معمولی الفاظ سے دُوسروں کو گھائل کیا یا جسمانی زیادتی کا شکار بنایا۔ ہماری اِس تحریر کا ہرگز یہ مقصد نہیں کہ کسی قسم کے جذباتی یا جسمانی صدمہ کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی جائے جن کا سامنا مسیحی لوگ کرتے ہیں۔

یہ بات قابلِ شبہ ہے کہ اِن سطور کو پڑھنے والے کسی بھی شخص نے اُس قسم کی زیادتی کا سامنا نہیں کیا ہوگا جن زیادتیوں کو یسوع نے صلیب پر سہا۔ ہمارے ساتھ جتنی بھی زیادتی ہوئی، وہ اُس سے کم ہے جس کا یسوع نے سامنا کیا۔ لیکن پھر بھی اُس نے معاف کر دیا۔

کچھ لوگوں کو غیر معمولی طور پر مُعاف کرنے کے لیے بُلایا گیا ہے، تاہم یہ ہر ایک کے حالات پر منحصر ہے۔ ابتدائی کلیسیا میں بہت سے لوگوں کو رومی جلّادوں، شمشیر بازوں اور شیروں کے ذریعے دردناک طریقہ سے شہید کر دیا گیا۔ کچھ لوگوں کو زندہ جلا دیا گیا اور کچھ کو کوئلوں کے بستر پر ڈال دیا گیا اور وہ اُن پر پڑے پڑے خاکستر ہو گئے۔ ہمیں اپنی زندگی میں جیسے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ غالب آنے کی راہ میں رکاوٹ ہو سکتے ہیں۔ رکاوٹ کو معافی کی قدرت کے علاوہ کسی بھی طریقہ سے دُور نہیں کیا جا سکتا۔

دراصل غالب آنے والا وہ ہوتا ہے جو کسی چیز پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ کسی چیز پر غلبہ حاصل کیے بغیر وہ کیسے غالب آ سکتا ہے؟ مُعافی کی قدرت کو استعمال کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ معاف کرنے کے لیے کچھ ہو۔ مُعاف کرنے کے لیے کسی کو بھی لازمی زیادتی کا شکار ہونا پڑے گا۔ کسی کو بھی بھلائی کے کام کو مُعاف کرنے کے لیے نہیں بلایا گیا۔

درحقیقت بائبلی شریعت میں صرف زیادتی کے شکار شخص کو ہی مُعاف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ بائبل کا منصف کسی بھی شخص کے خلاف ہوئے گناہ کو مُعاف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ صرف اِس بات کا تعین کرنے کا اختیار رکھتا کہ زیادتی کے شکار کو کتنا معاوضہ ادا کیا جانا چاہیے۔ اِس کے بعد متاثرہ شخص کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے معاوضہ کا تقاضا کرے یا اُسے مکمل طور پر مُعاف کر دے۔ یہ صرف متاثرہ شخص کا حق ہوتا تھا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یسوع نے اپنے خلاف جھوٹے فیصلے اور صلیب پر ہولناک زیادتی کا شکار ہونے کے بعد بھی اپنے

مُعافی کے حق کو استعمال کیا۔ وہ دُنیا کی عدالت کرے گا، لیکن آخر میں اُس کی عدالت مُعافی کا سبب ہوگی۔

ایسا نہیں کہ ہر شخص پر ہمیشہ اپنا معاوضہ مُعاف کر دینا لازم ہے۔ اُسے اِس معاملہ میں رُوح القدس کی راہنمائی کی پیروی کرنی چاہیے۔ تمام قرض کی آخری کوڑی تک کا تقاضا کرنا شریعت کے عین مطابق ہے۔ لیکن ہمیں اپنے حق کے مطالبہ سے آگے جانا اور مسیح کی طرح ہمیشہ معاف کرنا چاہیے۔

ہمیں ہر حالت میں خُدا کی حکمت کو جاننے اور یہ جاننے کے لیے دُعا کرنی چاہیے کہ گناہ گار (قرض دار) کے لیے کیا بہتر ہے۔ شاید یہ بہتر ہو کہ اُسے قرض اُتارنے کے لیے نظم وضبط سکھایا جائے تاکہ وہ مستقبل میں دُوسروں کو زیادتی کا نشانہ نہ بنائے۔ خُدا کے ماتحت یہ بات بھی اُس کے مفاد میں ہوسکتی ہے کہ اُس کے سارے یا کچھ قرض کو معاف کر دیا جائے۔

کسی بھی طرح کے حالات ہوں یہ وہ جگہ ہے جہاں ہماری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ ہونی چاہیے (متی ۵:۲۰)۔ شریعت کے مطابق کوئی بھی شخص اُس وقت تک مُعاف نہیں کیا جا سکتا جب تک وہ آخری کوڑی ادا نہیں کر دیتا، لیکن پھر بھی وہ مکمل طور پر مُعاف نہیں ہوگا۔ تاہم دُوسری انتہا یہ بھی ہے کہ اِس طرح سوچا جائے کہ ہر ایک گناہ مُعاف کر دیا جائے گا چاہے گناہ گار توبہ کرتا ہے یا نہیں۔ متی ۱۸ باب میں بیان کی گئی تمثیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ خُدا گناہ گار کو مُعاف کرنے کے لیے حد درجہ تیار ہے؛ لیکن جب قرض دار نے خود اپنے قرض کی مُعافی کے لیے انکار کر دیا تو اُس کی مُعافی منسوخ کر دی گئی۔ ایسا کیوں ہوا؟ کیوں کہ خُدا نے اُس شخص کے خود کے مقرر کردہ معیار کے مطابق اُس کی عدالت کی۔

یہ وہ قانون ہے جس کے بارے میں یسوع نے متی ۷:۱، ۲ میں بیان کیا۔

> ''عیب جوئی نہ کرو کہ تمھاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے۔ کیوں کہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اُسی طرح تمھاری بھی عیب جوئی کی جائے گی اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اُسی سے تمھارے واسطے ناپا جائے گا۔''

اِسی طرح شریعت میں کسی بھائی سے سود لینا گناہ تھا یعنی وہ جو بادشاہی میں آپ کا رفیق ہے (استثنا ۲۳:۱۹)۔ تاہم اِس سے اگلی آیات ہمیں بتاتی ہیں کہ پردیسی سے سود لینا جائز تھا یعنی اُس سے جو کسی اور شریعت کو مانتا ہے اور اُس کے مطابق سود لینے میں کوئی حرج نہیں۔ اُس شخص سے اُس کے اپنے معیار کے مطابق برتاؤ کیا جاسکتا ہے۔

عام طور پر یہ فضل اور برکات کا اصول ہے جو خُدا کی بادشاہی کے شہریوں کو دیا گیا اور جو اُس کے اخلاقی معیار کے تابع ہیں۔ لیکن وہ لوگ جنہوں نے خُدا کے معیار کو ردّ کر دیا، اُن کے ساتھ اُسی طرح کا سلوک کیا جائے گا جیسا وہ دُوسرے لوگوں سے کرتے ہیں۔ اِس طرح متی ۱۸ باب میں بیان کیا گیا قرض دار خُدا کی شریعت کی برکات کا مستحق نہیں تھا اور اُس کے ساتھ اُس کے اپنے مقرر کردہ معیار کے مطابق سلوک کیا گیا۔

اکثر اِس اصول کو مذہبی گروہوں نے اُن لوگوں کے متعلق غلط استعمال کیا جو اُن کے مخصوص فرقے یا تنظیم کے رکن نہیں تھے۔ کچھ لوگوں نے اُن کو ''غیر قوم'' کہنا شروع کر دیا جو اُن کے فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے، تاکہ وہ اُن پر تشدد کرنے اور اُن کا حق سلب کرنے کا جواز حاصل کر سکیں۔ لیکن کسی بھی شخص کے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ وہ یسوع پر ایمان لانے کے وسیلہ سے راست باز ہوا ہے۔ اور جس کا ایمان ہے کہ وہ گناہ کی قربانی کے لیے صلیب پر چڑھا اور ہمارے لیے مُردوں میں سے جی اُٹھا ہے، ایسا شخص بادشاہی کا شہری ہے۔ خُدا کی بادشاہی کا شہری ہونے کے لیے کسی مخصوص مذہب یا فرقہ سے تعلق ہونا ضروری نہیں۔

عدالت میں جانبداری کے خلاف قوانین موجود ہیں۔ پردیسیوں یہاں تک کہ غیر ایمان داروں کے ساتھ بھی ظلم کرنے کے خلاف قوانین موجود ہیں۔ یہ قوانین سود کے متعلق اِس دوہرے معیار میں توازن قائم کریں گے اور اِس کے اطلاق کی حدود کو مناسب طریقہ سے محدود کریں گے۔

اِسی طرح ہم متی ۱۸ باب میں معافی کی حدود کے بارے میں بھی سیکھتے ہیں۔ معافی دو سطحوں پر لاگو ہوتی ہے: شخصی اور عدالتی۔ شخصی سطح پر ہر شخص کو معاف کرنا چاہیے اور عداوت نہیں رکھنی چاہیے۔ عداوت قرض کی مانند ہے اور اِس کی وجہ سے لوگ منفی سوچ کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ صحت کے مسائل کا بھی سبب بن سکتی ہے۔

عدالتی طور پر اپنے بچوں کے ذریعے معافی کے بارے میں سیکھنا سب سے اچھا طریقہ ہے۔ جب ہمارے بچے کوئی غلط کام کرتے ہیں، تو ہم اُن کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں؟ اگر ہم کسی بھی طرح کی جواب دہی کے بغیر محض اُن کو معاف کر دیتے ہیں تو ہم جلد ہی اُنھیں یہ بات سکھا دیں گے کہ چوری کرنا یا دُوسروں کو تکلیف دینا قابلِ قبول ہے۔ اِس طرح کے رویہ سے وہ اپنی آئندہ زندگی میں بڑی آسانی سے ایک مجرمانہ شخصیت بن سکتے ہیں۔

دُوسری طرف اگر اُنھیں حد درجہ سزا دی جائے یا چیزوں کے دُرست ہونے کے بعد بھی اُنھیں معافی نہ دی جائے تو وہ تلخی اور دُوسروں سے ناراض رہنے کے رویہ کے ساتھ پروان چڑھیں گے۔ یہ دونوں صورتیں ہی

ناانصافی کا ردعمل ہیں۔ بچے ناانصافی اور منافقت کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، جس کی جڑیں جانبداری اور دوہرا معیار ہیں۔

لہٰذا ہمیں معاف کرنا سیکھنا چاہیے یہاں تک کہ ہمیں مُعاف کرنے میں جلدی کرنی چاہیے۔ تاہم ہمیں یہ بھی سیکھنا چاہیے کہ جب ہم جسمانی، ذہنی یا رُوحانی طور پر نابالغ لوگوں سے سامنا کریں تو یہ نہایت مناسب ہوگا کہ اُنھیں توبہ کے لیے معافی تک لانے کے لیے نظم وضبط سکھائیں۔ عدالت یا فیصلہ کو اپنی فطرت میں اصلاحی ہونا چاہیے۔

میرا ایمان ہے کہ متی ۱۸ باب میں یہ ایک بنیادی اصول ہے۔ قرض دار کو نظم وضبط سیکھنے کی ضرورت تھی، اِس لیے اُسے اُس وقت تک معافی نہ دی گئی جب تک وہ آخری کوڑی ادا نہیں کر دیتا۔ اگرچہ یہ تمثیل اِسی اصول پر ختم ہوتی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اِس بات کو ذہن میں رکھیں کہ شریعت ایک یوبلی کا بندوبست کرتی ہے جس میں انچاس (۴۹) سالوں کے اختتام پر تمام قرض منسوخ کر دیئے جاتے تھے۔

بالفاظ دیگر ہمیں یہ بات سمجھنی چاہیے کہ تمثیل کے قرض دار کا تمام قرض معاف کر دیا جائے گا، چاہے اگر اُس کا کچھ قرض رہتا بھی ہو۔

یسوع جو خُدا کا برّہ ہے اُس نے یقیناً پوری دُنیا کے گناہ کا معاوضہ ادا کر دیا۔ یہ اِس حقیقت کو قائم کرتا ہے کہ خُدا تمام انسانیت کو بچائے گا اور اُس نے گناہ کی تمام ذمہ داری اپنے بیٹے پر ڈال دی۔ تاہم جس طریقہ سے اُس نے کیا یہی ہمارا موجودہ سوال ہے۔

متی ۱۸ باب میں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ جواب دہی کے بغیر ہر ایک کو مُعاف نہیں کرتا۔ وہ لوگ جو اُس کی قربانی پر ایمان نہیں رکھتے آخری وقت پر ہونے والی عظیم یوبلی تک جواب دہ ٹھہرائے جائیں گے۔ وہ لوگ جو محض اُس پر ایمان رکھتے ہیں بادشاہی کے شہری ہیں اور وہ مُردوں کی عام قیامت میں ابدی زندگی حاصل کریں گے۔ لیکن بادشاہی کے کاہن (غالب آنے والے) پہلی قیامت میں ابدی زندگی حاصل کریں گے اور اُس کے ساتھ بادشاہی میں حکمرانی کریں گے (مکاشفہ ۲۰:۴۔۶)۔

قرض دار کی تمثیل کا یہ اخلاقی سبق نہیں کہ راست بازوں اور ناراستوں کے درمیان فرق کیا جائے۔ یہ تمثیل ایک عام راست باز (مسیحی) اور غالب آنے والے کے درمیان فرق کرتی ہے۔ معافی حاصل کیے گئے قرض دار کا یہ قانونی حق تھا کہ وہ اپنے پڑوسی سے اُس تھوڑے سے قرض کو حاصل کرے جو اُس پر واجب الادا

تھا۔ اِس تمثیل میں کہیں بھی اُس حق کو منسوخ نہیں کیا گیا۔ اِسی طرح بادشاہ کا بھی حق تھا کہ وہ اُس قرض کو حاصل کرے جو قرض دار پر قابلِ ادا تھا۔ یوں بادشاہ نے پہلے قرض دار سے اپنے معیار کے مطابق برتاؤ کیا۔ اگر وہ قرض دار اپنے پڑوسی کا تھوڑا سا قرض معاف نہیں کرسکتا تو بادشاہ بھی اُس کے بڑے قرض کو معاف نہیں کرے گا۔

میری اوائل عمری میں جب مجھے یہ تمثیل سنائی گئی، تو مجھے بتایا گیا کہ اگر میں نے اپنے خلاف ہونے والے ہر ایک گناہ کو مُعاف نہ کیا تو میں اپنی نجات کھو دوں گا۔ یہ کہنا غیر ضروری ہوگا کہ اِس بات نے مجھے مایوس کر کے شدید دباؤ میں ڈال دیا، کیوں کہ مجھے یہ بھی سکھایا گیا تھا کہ اگر میں اپنی نجات کھو دوں گا تو میں ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں جلتا رہوں گا۔ کسی بچے پر یہ دباؤ ڈالنا نہایت سفاکانہ ہوگا، میں نہیں چاہتا کہ کوئی بھی اُس ذہنی اذیت کا سامنا کرے۔

لہٰذا میں یہ وضاحت کرتا جاؤں کہ یہ تمثیل ہمارے ''بچائے جانے'' یا ''ایمان سے راست باز'' ٹھہرائے جانے کے سوال کو حل نہیں کرتی۔ یہ غالب آنے کے متعلق ہے۔ راست باز ٹھہرایا جانا اسرائیلی عید کی تصویر کشی کرتا ہے جسے ''فسح'' کہا جاتا ہے، جہاں لوگ برّہ کے خون سے راست باز ٹھہرائے گئے۔ تاہم یہ تمثیل ایک دُوسری اسرائیلی عید کا بھی احاطہ کرتی ہے جسے ''یوبلی'' کہا جاتا ہے، جو فسح سے چھ مہینے بعد ہوتی تھی۔

یوبلی ایک ایسا دن تھا جس میں ہر انچاس سال کے بعد تمام قرض معاف کر دیئے جاتے تھے۔ یہ خیموں کی عید سے پہلے آتی، جو اُس وقت کی تصویر کشی کرتی ہے جب ہم لافانی لباس میں ملبس ہو جائیں گے (۲۔کرنتھیوں ۵: ۱۔۴)۔ قدیم زمانہ میں عیدِ خیام کے موقع پر لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر درختوں کی ڈالیوں سے گھر بناتے اور اُن میں رہتے۔ یہ عید ایک ہفتہ پر مشتمل ہوتی تھی۔ یہ اُس دن کی پیشین گوئی ہے جب غالب آنے والے موجودہ فانی ''گھروں'' کو چھوڑ کر اُن گھروں میں رہیں گے جو ہاتھ کے بنائے ہوئے نہیں اور ہمارے لیے آسمان پر محفوظ ہیں (۲۔کرنتھیوں ۵: ۱)۔ اِس بات پر میری کتاب ''آمد ثانی کے قوانین'' میں مکمل بحث کی گئی ہے۔

یوں یسوع مسیح کی قرض دار کے متعلق تمثیل ہمیں یہ سمجھنے کی کلید فراہم کرتی ہے کہ کس طرح غالب آنا ہے نہ کہ محض ایک ایمان دار بننا ہے۔ راست باز ہونے کا مطلب یسوع مسیح پر ایمان لانا ہے۔ غالب آنے کا

مطلب (تمثیل کے مطابق) مُعاف کرنے والا ہونا ہے۔

پہلی قیامت میں بہ طورِ غالب آنے والے اپنی میراث کو حاصل کرنے کا یہی بنیادی تقاضا ہے۔ معاف کرنے کی صلاحیت کے بغیر کوئی بھی بادشاہی میں حکمرانی کرنے کے درجہ کو حاصل نہیں کرے گا۔

بہرحال اپنے آپ سے یہ سوال پوچھیں: کیا آپ چاہتے ہیں کہ ایک نا معاف کرنے والا مُنصِف یا حکمران آپ کے اُوپر اختیار رکھے؟ جی نہیں، اور نہ ہی خُدا ایسا کرے گا۔ اِس لیے محض مسیحی ایمان دار ہونا کسی کو اُس کی بادشاہی میں حکمرانی کرنے کے قابل نہیں بناتا۔

دُوسرا باب

فرمانبردار ہونا

غالب آنے والا وہ ہے جس نے خُدا کا فرمانبردار بندہ بننا سیکھا۔ کسی کو بھی ایک حقیقی فرزند بننے کے لیے لازمی پہلے نوکر بننا چاہیے، کیوں کہ فرزندوں کو بھی لازمی فرمانبرداری سیکھنی چاہیے اُس وقت جب وہ ابھی کم عمر ہی ہوں (گلتیوں ۱:۴)۔

نابالغ مسیحیوں کی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے ہی بیٹے کے استحقاقات کی توقع کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ وہ فرزند ہیں کیوں کہ وہ خُدا کے خاندان میں ''نئے سرے'' سے پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خُدا کے خاندان میں ہونے کے لیے ایک مسیحی کو چاہیے کہ وہ ذمہ داری سیکھے، تا کہ وہ اِس بات کو جان جائے کہ مسیح کی عقل کے ساتھ کس طرح سمجھ داری سے اختیار کو استعمال کرنا ہے۔

قدیم زمانہ میں اسرائیلی تین بنیادی عیدیں مناتے تھے، وہ تمام عیدیں آج کے زمانہ میں ہمارے لیے گہرے معنی رکھتی ہیں۔ وہ تین عیدیں: عیدِ فسح، پینتکست اور عیدِ خیام تھیں۔

عیدِ فسح اُس دن کی یاد میں منائی جاتی جب خُدا نے اسرائیل کو ملکِ مصر سے رہائی بخشی۔ یہ وہ دن تھا جب موسیٰ نے بنی اسرائیل کو وعدہ کی سرزمین کی طرف لے جانا شروع کیا۔ بحیرہ قلزم کو پار کرنے کے بعد، موسیٰ اُنھیں کوہِ سینا نامی ایک جگہ پر لے گیا، جہاں خُدا نے اُنھیں دس احکامات دیئے۔ اُس دن کو پینتکست کی عید کے طور پر منایا جانے لگا۔

خُدا کی طرف سے شریعت ملنے کے ایک سال بعد اسرائیلیوں نے کوہِ سینا کو چھوڑ دیا اور کنعان کی سرزمین کی طرف بڑھنا شروع کر دیا، جس کا خُدا نے بہ طور میراث اُن سے وعدہ کیا تھا۔ جب لوگ وہاں پہنچے تو اُنھوں نے بارہ آدمیوں کو ملک کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا۔ وہ جاسوس چالیس دن کے بعد واپس آئے اور اُنھیں اپنی خبر دی۔ اُنھوں نے کہا کہ وہ زمین بہت اچھی اور زرخیر ہے، لیکن وہاں پہلے سے ہی بہت سے لوگ آباد ہیں اور اُن میں سے کچھ جبّار بھی ہیں۔ لوگوں کا ایمان جاتا رہا اور اُنھوں نے خُدا پر ایمان نہ رکھا، جو اُس ملک کو فتح کرنے میں اُن کی مدد کر سکتا تھا۔

یوں خُدا نے اُنھیں یشوع کی قیادت میں وعدہ کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے اڑتیس (۳۸)

سالوں کے لیے بیابان میں واپس بھیج دیا۔

اصل نکتہ یہ ہے کہ اگر اسرائیلی اپنے مقررہ وقت پر وعدہ کی سرزمین کے وارث ہوتے تو وہ عیدِ خیام کے پہلے دن وعدہ کی سرزمین میں داخل ہوتے۔ لیکن اِس کی بجائے اُنھوں نے انکار کیا اور وہ ساری نسل اپنی میراث حاصل کیے بغیر بیابان میں مرگئی۔ تاہم وہ ہر سال اُس دن کی یاد میں عیدِ خیام مناتے۔

ہمارے لیے اِس کا مطلب

ہم یسوع کی صلیبی موت کی وساطت سے اپنی غلامی سے آزاد ہوئے ہیں۔ وہ کلیسیا کو اُن کی الٰہی میراث یعنی اُن کے ''وعدہ کی سرزمین'' میں لانے کے لیے عیدِ فسح کے موقع پر قربان ہوا۔ لیکن یہ صرف اُس سفر کا آغاز تھا۔ سات ہفتوں کے بعد پینتکست کے دن کلیسیا کو رُوح القدس دیا گیا (اعمال ۲)۔ یہ پینتکست کی حقیقی تکمیل تھی، یہاں تک کہ یسوع کی صلیبی موت فسح کی حقیقی تکمیل تھی۔

لیکن پینتکست آخری عید نہیں تھی جو پوری ہونی تھی۔ تیسری بڑی عید خیموں کی عید تھی جو ہماری ''وعدہ کی سرزمین'' کی نمائندگی کرتی ہے۔ یہ کسی شخص کے ''آسمان پر جانے'' کے بارے میں بیان نہیں کرتی۔ اگرچہ آسمان ہماری میراث ہے۔ لیکن ہماری حقیقی میراث جلالی بدن ہے، وہ ''خیمہ'' جو ہمیں لافانی لباس سے ملبس کرے گا (۲۔ کرنتھیوں ۵: ۱۔۴)۔

آپ نے دیکھا کہ جب آدم نے ابتدا میں گناہ کیا تو اُس نے اُس جلالی بدن کو کھو دیا۔ انسانی جسم زمین کی خاک سے بنایا گیا۔ یہ ہماری ''زمینی میراث'' ہے۔ خُدا چاہتا تھا کہ وہ اپنے جلال کو زمین پر بھی ظاہر کرے جیسے یہ آسمان پر ظاہر ہوتا ہے۔ اُس کا یہ مقصد اُس وقت تک پورا نہیں ہوگا جب تک اُس کا جلال زمین کو ڈھانپ نہیں لیتا جس طرح پانی سمندر کو ڈھانپے ہوئے ہے (حبقوق ۲: ۱۴)۔ اُس کا ارادہ اِس ''خاک'' کو برباد کرنا نہیں، بلکہ اِسے اپنے جلال سے معمور کرنا ہے۔ یسوع مسیح نے واضح کیا اور اِس کو اپنی ذات میں ثابت بھی کیا جب پہاڑ پر اُس کی صورت بدل گئی (متی ۱۷: ۱۔۵)۔

اولاً، غالب آنے والا وہ ہے جو ''مصر'' سے ''وعدہ کی سرزمین'' کی طرف سفر کرتا ہے۔ ایسا کرنے کے لیے اُسے لازمی پہلے مصر کو چھوڑنا پڑے گا۔ یعنی وہ یسوع مسیح ''خُدا کے برّہ'' پر ایمان لانے کے وسیلہ فسح کا تجربہ کرتا ہے (یوحنا ۱: ۲۹)۔ نئے عہدنامہ میں اِسے ''راست بازی'' کہا گیا ہے (رومیوں ۴: ۲۵)۔

ثانیاً، وہ رُوح القدس سے معمور ہو کر پینٹکسٹ کا تجربہ کرتا ہے۔ یہ ایک الگ تجربہ ہے اور یہ اُس عمل کو شروع کرتا ہے جسے ''پاکیزگی'' کہا جاتا ہے (۱۔کرنتھیوں ۱:۳۰)۔اِس کا مطلب ہے کہ ہمیں اُس الٰہی خدمت کے لیے الگ کیا گیا ہے جو ہم شروع کرتے ہیں۔ہم رُوح القدس کی راہنمائی میں فرمانبرداری سیکھنا شروع کرتے ہیں۔جیسا ایک شخص جو رُوح القدس کی راہنمائی میں چلنا سیکھتا ہے تو وہ خُدا کی آواز کو سننا اور اُس کی فرمانبرداری کرنا سیکھتا ہے۔

اگر وہ شخص بہ طور ایک وفادار خادم اہل ہے تو پھر وہ تیسری اور آخری عید (عیدِ خیام) کے لیے بھی اہل ہے، جس میں اُسے غیر فانی لباس سے ملبس کیا جائے گا۔ ہر ایک راست باز کو آخر کار یہ لباس ملے گا، لیکن ہر کوئی اِسے پہلی قیامت پر حاصل نہیں کرے گا۔ زیادہ تر کو دُوسری قیامت کا انتظار کرنا پڑے گا، جس کا ذکر پہلے باب ''معاف کرنے والا بننا'' میں کیا گیا ہے۔

اِس کی سادہ حقیقت یہ ہے کہ پینٹکسٹ کے دور کی کلیسیا نے گزشتہ دو ہزار (۲۰۰۰) سالوں سے موسیٰ کے تحت اسرائیل یعنی ''بیابانی کلیسیا'' کی پیروی کی۔ اِس وجہ سے بہت سے ایمان دار یشوع اور کالب کی طرح غالب آنے والے نہیں ہیں۔

شریعت اور فرمانبرداری

راست بازی صرف ایمان سے ہے۔لیکن جب کوئی شخص ایک بار راست باز ہو کر نجات حاصل کر لیتا اور نئے سرے سے پیدا ہو جاتا ہے، تو خُدا اُس راست باز کو فرمانبرداری سکھانا شروع کر دیتا ہے۔کوئی بھی شخص شریعت کے وسیلہ یا اُس کی اطاعت سے راست باز نہیں بن سکتا۔ایک حقیقی پینٹکسٹ خلافِ شرع نہیں بلکہ عین شرع کے مطابق ہے۔

جب میں ''شریعت / قانون'' کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں، تو اِس میں ہر وہ حکم شامل ہے جو خُدا دیتا ہے، چاہے وہ حکم تحریری کلام کا حصہ ہو، یا وہ براہِ راست رُوح القدس سے وسیلہ سے ملا ہو۔ ہر ایک کام جو خُدا کرنے کے لیے کہتا ہے وہ شریعت / قانون ہے، اور خُدا چاہتا ہے کہ اُس کے تمام احکامات کی اطاعت کی جائے۔

جب اسرائیلیوں نے مصر کو چھوڑا تو وہ ''بچائے گئے'' یا ''ایمان سے راست باز'' ٹھہرائے گئے۔

اُنھوں نے خُدا کی آواز پر کان لگایا اور ایمان رکھا کہ خُدا اُنھیں غلامی سے نکال کر اُس میراث میں لے جائے گا جس کا اُس نے وعدہ کیا ہے۔ یہ شریعت دیئے جانے سے پچاس دن پہلے کی بات ہے۔ اِس نے ہم پر اِس بات کو ظاہر کیا کہ راست بازی اور تقدیس شریعت سے الگ ہیں۔ رومیوں ۳:۲۸ میں لکھا ہے،

> ''چناں چہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہرتا ہے۔''

ایک بار جب پولس نے اِس بات کو ظاہر کر دیا کہ راست بازی شریعت کے وسیلہ سے نہیں تو پھر اُس نے رومیوں ۶ باب میں تقدیس کے اصولوں کو سکھانا شروع کر دیا۔ رومیوں ۶:۱،۲ میں لکھا ہے،

> ''پس ہم کیا کہیں؟ کیا گناہ کرتے رہیں تا کہ فضل زیادہ ہو؟ ہرگز نہیں۔ ہم جو گناہ کے اعتبار سے مر گئے کیوں کر اُس میں آیندہ کو زندگی گذاریں؟''

یوحنا رسول ا۔ یوحنا ۳:۴ میں کہتا ہے، ''گناہ شرع کی مخالفت ہی ہے۔'' کچھ تراجم (NASB) میں گناہ کو ''خلافِ شرع'' کہا گیا ہے۔ خلافِ شرع کے لیے یونانی کا لفظ anomia استعمال ہوتا ہے۔ یہ یونانی کے لفظ nomos ''شریعت/ قانون'' سے نکلا ہے۔

شریعت ہمارے لیے گناہ کی وضاحت کرتی ہے۔ خون کرنا ایک گناہ ہے کیوں کہ شریعت نے خروج ۲۰:۱۳ میں اِس کی وضاحت کر دی۔ زنا کرنا ایک گناہ ہے کیوں کہ شریعت نے خروج ۲۰:۱۴ میں اِس کے بارے میں بتا دیا۔ چوری کرنا ایک گناہ ہے کیوں کہ شریعت نے خروج ۲۰:۱۵ میں اِس کے بارے میں واضح کر دیا۔

پولس ہمیں رومیوں ۳:۲۰ میں بتاتا ہے، ''شریعت کے وسیلہ سے تو گناہ کی پہچان ہی ہوتی ہے۔'' وہ رومیوں ۷:۷ میں بھی کہتا ہے،

> ''بغیر شریعت کے میں گناہ کو نہ پہچانتا مثلاً اگر شریعت یہ نہ کہتی کہ تو لالچ نہ کر تو میں لالچ کو نہ جانتا۔''

یہ بات موجودہ معاشرہ میں بھی بالکل ویسی ہی ہے۔ ہماری حکومت کے پاس بہت سے ایسے قوانین ہیں جو ''گناہ'' کی وضاحت کرتے ہیں۔ اگر چوری اور خون کے خلاف قانون نہ ہوتا تو ذہین ترین جج بھی کسی آدمی کو چوری یا قتل کی سزا نہیں سنا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ قوانین بنائے جاتے ہیں۔ وہ قوانین عدالت میں

کسی کے جرم یا بے گناہی کا فیصلہ کرنے کے لیے پیمائش کا معیار ہوتے ہیں۔

خُدا کی بادشاہی میں بھی بالکل ایسے ہی ہے۔ مسیحیوں کے طرزِ عمل کی پیمائش کا معیار الٰہی شریعت ہے۔ الٰہی شریعت کے کسی ایک قانون کو بھی توڑنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ سب لوگوں نے شریعت کو توڑا، کیوں کہ رومیوں ۳:۱۹اور ۲۳ میں لکھا ہے،

''اب ہم جانتے ہیں کہ شریعت جو کچھ کہتی ہے اُن سے کہتی ہے جو شریعت کے ماتحت ہیں تا کہ ہر ایک کا منہ بند ہو جائے اور ساری دُنیا خُدا کے نزدیک سزا کے لائق ٹھہرے ۔۔۔اِس لیے کہ سب نے گناہ کیا اور خُدا کے جلال سے محروم ہیں۔''

کیوں کہ سب نے گناہ کیا، یوں شریعت کے ذریعے کسی کو بھی راست باز نہیں ٹھہرایا جا سکتا، شریعت صرف مجرموں کو سزا دے سکتی ہے۔ لیکن یسوع آیا اور اُس نے پوری دُنیا کے گناہ کا کفارہ ادا کر دیا تا کہ ہم راست باز ٹھہریں۔ شریعت کو اِس سے سروکار نہیں کہ کون معاوضہ ادا کرتا ہے، اِسے صرف ادائیگی سے مطلب ہے۔ یسوع نے شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کر دیا، اور اِس طرح شریعت کے پاس ہمیں قصوروار ٹھہرانے یا ہمارے گناہوں کے معاوضہ کی ادائیگی کے لیے مجبور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

یہ سب کچھ کرنے کے باوجود یسوع نے شریعت کو منسوخ نہیں کیا۔ اگر وہ شریعت کو منسوخ کر دیتا تو اُسے اِس کا معاوضہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ شریعت کو منسوخ کر سکتا تھا۔ لیکن اُس نے ایسا نہ کیا، کیوں کہ پولس رسول رومیوں ۳:۳۱ میں کہتا ہے،

''پس کیا ہم شریعت کو ایمان سے باطل کرتے ہیں؟ ہر گز نہیں بلکہ شریعت کو قائم رکھتے ہیں۔''

امریکہ اور دُوسرے تمام ملکوں میں حکومتیں مسلسل اپنے قوانین کو تبدیل کرتی رہتی ہیں۔ ہمارے پاس زنا اور ہم جنس پرستی کو غیر قانونی قرار دینے کے لیے قوانین موجود ہیں، لیکن اب اُن کو ختم کیا جا رہا ہے۔ اِس کا مطلب ہے کہ اب اگر کوئی یہ کام کرتا ہے تو عدالت میں اُس کے خلاف کسی قسم کا مقدمہ نہیں چلایا جا سکتا۔ کچھ لوگ ہیروین اور چرس کے خلاف قوانین کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اُن قوانین کو ختم کر دیا گیا تو پھر اُن کاموں کے لیے کسی پر بھی مقدمہ نہیں چلایا جا سکے گا۔

الٰہی شریعت میں بھی ایسے ہی ہے۔ کچھ مسیحی تعلیم دیتے ہیں کہ پوری شریعت کو منسوخ کر دیا گیا ہے نہ کہ

محض چند قوانین کو۔ اگر ایسے ہوتا تو لوگوں کی تمام سرگرمیاں خُدا کی نظر میں درست ہوتیں اور کوئی بھی عمل گناہ نہ ہوتا۔ یوں خُدا کے پاس کسی بھی شخص اور قوم کی نافرمانی کی عدالت کرنے کا کوئی اختیار نہ ہوتا، کیوں کہ کسی بھی عمل کو نافرمانی اور گناہ کے طور پر واضح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ رومیوں ۴: ۱۵ میں لکھا ہے، ''جہاں شریعت نہیں وہاں عدول حکمی بھی نہیں۔''

کیا دُنیا میں گناہ ہے؟ وہ صرف اِسی صورت میں ہوسکتا ہے اگر شریعت ابھی تک نافذ العمل ہے۔ کیا خُدا سفید تخت پر بیٹھ کر دُنیا کا انصاف نہیں کرے گا؟ ایسا اِسی صورت میں ہوسکتا ہے اگر گناہ کا انصاف کرنے کے لیے کوئی قانون یا شریعت ہوگی۔

اِس کا یہ مطلب نہیں کہ قوانین تبدیل نہیں ہو سکتے۔ وہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یقیناً بہت سے ایسے اخلاقی قوانین ہیں جو ابھی تک تبدیل نہیں ہوئے۔ لیکن قوانین کی کچھ صورتیں ایسی ہیں جو تبدیل ہو جاتی ہیں اور اُن کی وجہ سے انتظامیہ اور حکام میں تبدیلیاں آتی ہیں۔

مثال کے طور پر عہدِ عتیق میں خُدا نے تقاضا کیا کہ لوگ ہیکل میں قربانیاں لائیں۔ عہدِ جدید میں یسوع مسیح نے سب کے لیے حتمی قربانی ادا کر دی جس کی وجہ سے اب کسی بھی قربانی کو دوبارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اِسی طرح عہدِ عتیق میں کہانت کا اختیار لاویوں کی نسل تک محدود تھا جو موسیٰ کے بھائی ہارون کی براہِ راست نسل تھے۔ لیکن عہدِ جدید میں یسوع ایک دُوسرے کہانتی سلسلہ سے آیا جسے ملک ِصدق کہتے ہیں (عبرانیوں ۵: ۶) جس کے لیے جسمانی طور پر ہارون کی نسل سے پیدا ہونا ضروری نہیں ہے۔ یہ سلسلہ محض یسوع سے رُوحانی تعلق کا تقاضا کرتا ہے جو ملکِ صدق کے کہانتی سلسلہ کا سردار کاہن ہے۔

یوں کچھ چیزوں کو شریعت میں تبدیل کیا گیا۔ لیکن خون ابھی تک گناہ ہے، چوری کرنا ابھی تک گناہ ہے اور اِسی طرح زنا کرنا بھی ابھی تک گناہ ہے۔ خُدا نے اُن اخلاقی قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی، اور نہ ہی اُس نے اُنھیں اُس وقت اچانک قانونی حیثیت دے دی جب یسوع نے صلیب پر جان دی۔

پینتکست اور فرمانبرداری

رومیوں ۱۰: ۱۷ میں ہمیں بتایا گیا ہے کہ، ''پس ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے۔'' عہدِ عتیق کی عبرانی زبان میں لفظ shema ''سننے'' یا ''اطاعت'' کرنے کے لیے استعمال ہوسکتا ہے۔ ہم اِس کا ترجمہ کسی بھی طرح کر

سکتے ہیں اور یہ دونوں ہی دُرست ہیں۔دُوسرے لفظوں میں خُدا کی آواز کو سننے کے بائبلی تصور کو اُس کی اطاعت سے الگ نہیں کیا جاسکتا جو کسی نے سنا ہے۔اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے خُدا کی آواز کو سنا ہے، لیکن وہ اُس کی فرمانبرداری نہیں کرتا تو پھر اُس شخص نے حقیقت میں اُس کی آواز کو سنا ہی نہیں ہے۔بزرگ یعقوب نے بھی اِس کا یہی مطلب ظاہر کیا جب اُس نے یعقوب ۲: ۱۷ اور ۲۴ میں لکھا،

> ''اِسی طرح ایمان بھی اگر اُس کے ساتھ اعمال نہ ہوں تو اپنی ذات میں مُردہ ہے۔۔۔پس تم نے دیکھ لیا کہ انسان صرف ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راستباز ٹھہرتا ہے۔''

اِس بات نے بہت سے لوگوں کو پریشان کر دیا جو یہ سمجھتے ہیں کہ یعقوب کی بات پولس رسول سے متصادم ہے (رومیوں ۳: ۲۸-۴: ۵)۔لیکن ایسا بالکل نہیں ہے۔دونوں ہی دُرست ہیں۔پولس راستبازی کو تقدیس سے الگ کرنے میں دُرست تھا، یعنی کہ فسح سے پینتکست تک، لیکن یعقوب ایمان کے ساتھ اعمال کو شامل کرنے میں دُرست تھا یعنی فرمانبرداری کو سننے سے جوڑنا۔

پولس کی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ فسح اور پینتکست دو مختلف عیدیں ہیں جو دو مختلف واقعات کی یاد میں منائی جاتی ہیں۔کوہِ سینا پر شریعت کو حاصل کرنے سے پہلے اسرائیلی مصر کی غلامی سے نکل کر آئے۔لہٰذا راستبازی ایمان سے ہے نہ کہ شریعت کی اطاعت کرنے سے۔

یعقوب کی تعلیمات ہمیں بتاتی ہیں کہ فسح پر اسرائیلیوں کو حکم ملا کہ وہ ایک برّہ ذبح کریں اور اُس کا خون اپنے گھروں کے دروازوں کی چوکھٹوں پر لگائیں۔صرف اُس حکم کو سن لینا کافی نہیں تھا۔اُنھیں اپنے پہلوٹھوں کو موت سے بچانے کے لیے اُس حکم پر عمل کرنا تھا۔اِس طرح فرمانبرداری ایمان کا نتیجہ ہے، اور بغیر فرمانبرداری کے کسی کا بھی ایمان حقیقی نہیں ہوسکتا۔

اگر آپ ایمان سے راستباز ٹھہرائے گئے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ یسوع مسیح آپ کے گناہوں کے لیے مر گیا اور آپ کی راستبازی کے لیے جی اُٹھا، تو پھر آپ نے وعدہ کی سرزمین کی طرف اپنے سفر کو شروع کر دیا ہے۔آپ نے مصر کو چھوڑ دیا ہے، وہ جگہ جہاں آپ اپنے گناہ کی غلامی میں تھے۔اب آپ ''کلیسیا'' کا حصہ ہیں بالکل اُن کی طرح جنہوں نے فسح کے موقع پر مصر کو چھوڑا اور بیابانی کلیسیا کا حصہ بنے (اعمال ۷: ۳۸)۔

اِس کا مطلب ہے کہ اب آپ خُدا کی بادشاہی کا حصہ ہیں۔ موسیٰ کے ماتحت شہریوں کو خیمہ اجتماع کے بیرونی احاطہ میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔

موسیٰ کے خیمہ اجتماع میں تین حصے تھے: بیرونی صحن، پاک مقام اور پاک ترین مقام۔ جب آپ اپنے آپ کو خُدا کا مقدس مانتے ہیں تو یہ تین حصے جسم، جان اور رُوح سے مماثلت رکھتے ہیں۔ لیکن ہم اِن تین حصوں کو بادشاہی میں اپنے مقام کے طور پر بھی دیکھ سکتے ہیں: شہری، کاہن اور سردار کاہن کا بدن۔ (آج ہم ملکِ صدق کے کہانتی سلسلہ سے ہیں نہ کہ لاوی کہانت سے)

ایک بار جب آپ مصر کو چھوڑ کر بادشاہی کے شہری بن جاتے ہیں تو آپ پینتکست کا تجربہ کرنے کے لیے ''کوہِ سینا'' میں جانے کے اہل ہیں۔ ہماری زندگیوں میں اِسے بعض اوقات بہ طور ''فضل کا دُوسرا عمل'' کہا جاتا ہے۔ حقیقی پینتکست کا تجربہ کرنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو خیمہ اجتماع میں پاک مقام تک جانے کا حق رکھتا ہے۔ صرف کاہن ہی پاک مقام میں داخل ہو سکتے تھے۔ یوں ایک حقیقی پینتکست کا تجربہ رکھنے والا شخص محض بادشاہی کا شہری ہی نہیں بلکہ وہ بادشاہی کا کاہن بھی ہے۔

اِس کے متعلق عہدِ عتیق کا نمونہ اِس حقیقت میں ظاہر ہوتا ہے کہ صرف وہی لوگ بادشاہی کے شہری تھے جن کا تعلق لاوی کے قبیلہ سے تھا، وہ بیرونی صحن میں خدمت سرانجام دیتے۔ لیکن ہارون کی نسل کاہن ہوتی اور اُن کو پاک مقام میں داخل ہونے کا حق حاصل تھا۔

پینتکست شریعت دینے کی عید تھی۔ یہ اُس دن کی یاد میں منائی جاتی تھی جب خروج ۲۰ باب میں خُدا نے کوہِ سینا پر بنی اسرائیل کو شریعت دی۔ اُس موقع پر خُدا نے اُن سے کلام کیا اور لوگوں نے خُدا کی آواز کو سنا۔ استثنا ۴:۱۲ میں لکھا ہے،

> ''اور خُداوند نے اُس آگ میں سے ہو کر تم سے کلام کیا۔ تم نے باتیں تو سنیں لیکن کوئی صورت نہ دیکھی۔ فقط آواز ہی آواز سنی۔''

اسرائیلی اُس وقت دس احکام سننے سے زیادہ اُس کی آواز سے خوف زدہ تھے۔ اُنھوں نے موسیٰ سے درخواست کی کہ وہ خُدا سے کہے کہ وہ براہِ راست ہم سے کلام نہ کیا کرے (خروج ۲۰:۱۸۔۲۱)۔ اُنھوں نے اِس بات کو ترجیح دی کہ موسیٰ اُنھیں خُدا کی کہی ہوئی باتیں بتا دیا کرے یعنی خُدا کی آواز کو انسانی نمائندہ کے ذریعے بالواسطہ سننا۔ عبرانیوں ۱۲:۱۹ میں اُس دن کا ذکر کرتے ہوئے کچھ اِس طرح سے لکھا ہے،

''اور نرسنگے کا شور اور کلام کرنے والے کی ایسی آواز تھی جس کے سننے والوں نے درخواست کی کہ ہم سے اور کلام نہ کیا جائے۔''

اُس دن اسرائیل نے خُدا کی آواز براہِ راست سننے سے انکار کرنے کی وجہ سے اپنے لیے ایک ہولناک مثال قائم کر لی۔ وہ ایک شخص کو چاہتے تھے، جو پیشہ ورانہ مقرر ہو، اور خُدا کی آواز کو سن کر اُنھیں بتا دیا کرے۔ وہ خُدا سے ایک بالواسطہ تعلق چاہتے تھے۔ چناں چہ خُدا نے اُن کی درخواست قبول کر لی۔

اپنی آواز سے اُن کے دلوں پر شریعت کندہ کرنے کی بجائے اُس نے اُنھیں پتھر کی لوحوں پر لکھی ہوئی شریعت دی۔ اگر لوگ خُدا کی آواز کو سننا چاہتے تو اُنھیں بے جان لوحوں کو پڑھنا پڑتا جن میں زندگی نہیں تھی۔ اُنھوں نے اِس بات کو نہ سمجھا کہ ''ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے'' (رومیوں ۱۰: ۱۷)، اور یہ کہ ''بغیر ایمان کے اُس کو پسند آنا ناممکن ہے'' (عبرانیوں ۱۱: ۶)۔

یقیناً کوئی بھی پتھر کی لوحوں (لکھا ہوا کلام، جسے ہم بائبل کہتے ہیں) کو پڑھ کہ ایمان لا سکتا ہے۔ لیکن یہ صرف رُوح القدّس کے عمل کی وساطت سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہم کبھی بھی خُدا کی براہِ راست آواز کو نظرانداز کر کے اِس بات کی اُمید نہیں کر سکتے کہ ہمارا ایمان بڑھے گا۔ ہمیں لازماً خُدا کی آواز کو سننا سیکھنا چاہیے، چاہے ہم کلامِ مقدّس کا مطالعہ کر رہے ہوں، کسی واعظ کی منادی سن رہے ہوں یا وقتوں کے نشانات پر غور کر رہے ہوں۔ کلام کے بغیر کوئی بھی بیرونی چیز ہمارے اندر ایمان پیدا نہیں کر سکتی۔ ہمارے اندر ایمان اُس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم خُدا کو دیکھتے اور اُس کی آواز کو سنتے ہیں۔

خُدا ہم میں سے ہر ایک سے شخصی اور براہِ راست تعلق استوار کرنا چاہتا ہے۔ یہی بات ہمیں اُن تمام لوگوں سے الگ کرتی ہے جو ''نامعلوم خُدا'' کی پرستش کرتے ہیں۔ خُدا کبھی بھی نہیں چاہتا کہ ہم پر صحائف کو مسلط کر کے ہمیں چھوڑ دیا جائے کہ ہم فیصلہ کریں کہ اُن کے مطابق کیسے زندگی بسر کرنی ہے۔ وہ اپنے رُوح کے وسیلے ہماری زندگی کے ہر لمحہ میں ہمارے اندر کام کرتا ہے، اگر ہم اُس کی آواز سنیں گے تو ایک باطنی اور خاموش آواز کے ذریعے ہمیشہ ہماری راہنمائی ہو سکتی ہے۔

یہ پینتکست ہے۔ بدقسمتی سے اسرائیل نے خروج ۲۰ باب میں ایک نمونہ قائم کیا اور پینتکست کے حقیقی معنی کو مسترد کر دیا۔ تمام لوگوں نے دس احکام کو سنا اِسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ کلیسیا میں آج بھی شریعت کے اُس حصہ کو جانا جاتا ہے۔ لیکن اسرائیل نے باقی شریعت موسیٰ کے ذریعے بالواسطہ حاصل کی، کیوں کہ وہ واحد

شخص تھا جس نے پہاڑ کر چڑھ کر باقی شریعت کو سنا۔(خروج ۲۰:۲۱)

یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ کلیسیا میں آج بھی اکثر لوگوں سے باقی قوانین پوشیدہ ہیں۔وہ اُن کا مطالعہ نہیں کرتے، اُن کے خیال میں وہ اُن کے لیے نہیں ہیں۔اُن کی آنکھوں پر پردہ ہے جو رُوح القدس کے مکاشفہ کے بغیر ہٹ نہیں سکتا، اور صرف وہی اُن صحائف کو زندہ کر سکتا ہے۔

اعمال ۲ باب میں بالا خانہ پر موجود ایک سو بیس (۱۲۰) کی جماعت کی آنکھوں سے وہ پردہ ہٹ گیا۔وہ اپنے آباو اجداد کے فیصلہ پر غالب آ گئے۔ایک سو بیس (۱۲۰) کی جماعت نے فیصلہ کیا کہ وہ خُدا کے بقیہ مکاشفہ کو سننا چاہتے ہیں۔وہ اُن باتوں سے مطمئن نہیں تھے جو اُنھوں نے ماضی میں سنیں۔وہ جزوی طور پر دیکھنے اور سننے سے مطمئن نہیں تھے۔وہ چاہتے تھے کہ یسوع اُن کے جزوی اندھے پن کو شفا دے، بالکل ویسے جیسے اُس نے یوحنا کی انجیل کے نویں باب میں جنم کے اندھے کی آنکھیں کھول دیں۔

معجزات اور مخالفِ شرع

بہت سے مسیحیوں نے ایک سے زیادہ مرتبہ یسوع کے ''پہاڑی وعظ'' کو سنا ہوگا۔یہ متی ۵۔۷ ابواب میں درج ہے۔اِس حوالہ کے آخر میں وہ سچے اور جھوٹے نبیوں کی پہچان کے بارے میں بات کرتا ہے کہ اُن کے ''پھل'' سے ہم اُنھیں جان سکتے ہیں۔پھر وہ متی ۷:۲۱۔۲۳ میں کہتا ہے،

> ''جو مجھ سے اے خُداوند اے خُداوند! کہتے ہیں اُن میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگا مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خُداوند اے خُداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی اور تیرے نام سے بدرُوحوں کو نہیں نکالا اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟ اُس وقت میں اُن سے صاف کہہ دُوں گا کہ میری کبھی تم سے واقفیت نہ تھی۔اے بدکارو میرے پاس سے چلے جاؤ۔''

کچھ انگریزی تراجم میں ''بدکارو'' کا ترجمہ ''lawlessness'' کیا گیا ہے، جو یونانی کے لفظ anomia کا ترجمہ ہے۔کنگ جیمز ورژن میں اِس لفظ کا ترجمہ ''iniquity'' کیا گیا ہے جو تکنیکی اعتبار سے دُرست ہے، لیکن یہ زیادہ تر لوگوں کے خُدا کے احکامات کو حقیر سمجھنے کے تصور کو واضح نہیں

کرتا۔ NASB (New American Standard Bible) نے اِس لفظ کا بڑا معقول ترجمہ ''lawlessness/ مخالفِ شرع '' کیا ہے۔

اِس حوالہ میں یسوع ایمان داروں کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ دراصل، وہ اُن ایمان داروں کے بارے میں بات کر رہا تھا جو معجزات بھی کر سکتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو کسی حد تک رُوح القدس سے بھی معمور ہیں، کیوں کہ ہم ا۔کرنتھیوں ۱۲:۳ میں پڑھتے ہیں، ''اور نہ کوئی رُوح القدس کے بغیر کہہ سکتا ہے کہ یسوع خُداوند ہے۔'' یسوع معجزات سے اتنا متاثر نہیں ہوتا تھا جتنا اُس زمانہ میں اور آج کل بہت سے لوگ ہوتے ہیں۔

معجزات اچھے ہیں اور یقیناً بہت مددگار بھی ہوتے ہیں، لیکن اُنھیں کبھی بھی غالب آنے والوں کا نشان نہیں کہا گیا۔ لہٰذا اگر آپ نے کبھی بھی معجزہ نہیں کیا تو غالب آنے کی اپنی جستجو میں ہرگز دل شکنی کا شکار نہ ہوں۔ یوحنا اصطباغی نے کوئی معجزہ نہیں کیا (یوحنا ۱۰:۴۱)۔ یہ معجزانہ عمل کا سبق نہیں؛ یہ محض رُوح القدس کی راہنمائی میں فرمانبردار رہنے کا سبق ہے۔

گنتی ۲۰:۱۱ میں موسیٰ نے چٹان پر مارا اور ایک معجزہ رونما ہوا۔ اسرائیلیوں کے لیے چٹان میں سے پانی نکلا۔ لیکن خُدا نے اِس موقع پر موسیٰ کو چٹان پر مارنے کے لیے نہیں کہا تھا۔ خُدا نے اُسے آٹھویں آیت میں کہا کہ وہ چٹان سے کہے۔ موسیٰ نے نافرمانی کی اور اُسے وعدہ کی سرزمین میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی گئی۔

یہ اِس بات کی ایک عمدہ مثال ہے کہ نافرمانی کے باوجود بھی معجزات ہو سکتے ہیں۔ یسوع نے اُس دن کی پیشین گوئی کی جب ''بہت'' سے لوگ کہیں گے ''اے خُداوند اے خُداوند! کیا ہم نے تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے؟'' یسوع نے اُن کے دعویٰ کو ردّ نہیں کیا۔ لیکن معجزات اِس بات کا تعین نہیں کرتے کہ کون غالب آنے والا ہے اور کون غالب آنے والا نہیں ہے۔ خُدا کو معجزات سے زیادہ فرمانبرداری میں دل چسپی ہے۔

گیہوں اور کڑوے دانے

یسوع مسیح کی گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل میں وہ دوبارہ anomia کی اصطلاح استعمال کرتا ہے، متی ۱۳:۴۱ میں وہ کہتا ہے،

’’ابن آدم اپنے فرشتوں کو بھیجے گا اور وہ سب ٹھوکر کھلانے والی چیزوں اور بدکاروں (lawlessness/anomia) کو اُس کی بادشاہی میں سے جمع کریں گے۔‘‘

کیا خلافِ شریعت کی عدالت ’’آگ‘‘ سے ہوگی؟ جی ہاں، یہی اِس میں کہا گیا ہے، لیکن میرا نہیں خیال کہ یہ ظاہری آگ ہوگی جو لوگوں کو اذیت پہنچاتی ہے۔’’آگ‘‘ کی ماہیت اور اُس کی مدت کے مکمل مطالعہ کے لیے میری کتاب ’’الٰہی شریعت کی عدالت‘‘ کو دیکھیں۔ وہاں ہم نے ظاہر کیا کہ وہ آگ ’’آتشی شریعت‘‘ ہے جو خُدا نے اسرائیل کو دی (استثنا ۳۳:۲)۔ یہ شریعت کی الٰہی عدالت کو ظاہر کرتا ہے۔ شریعت نے کبھی بھی گناہ کے لیے اذیت کی سزا کا تعین نہیں کیا۔ مثال کے طور پر ایک چور پر ’’آگ‘‘ کا اطلاق ایسے ہوتا تھا کہ وہ معاوضہ ادا کرے (خروج ۲۲:۱۔۴)۔

دو طرح کے خلافِ شریعت لوگ ہیں: ایمان دار اور غیر ایمان دار۔ دونوں کی عدالت الٰہی شریعت کے مطابق کی جائے گی۔ پولس ۱۔کرنتھیوں ۳:۱۱۔۱۵ میں ایمان داروں کے بارے میں کہتا ہے،

’’کیوں کہ سوا اُس نیو کے جو پڑی ہوئی ہے اور وہ یسوع مسیح ہے کوئی شخص دُوسری نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر کوئی اُس نیو (مسیح) پر سونا یا چاندی یا بیش قیمت پتھروں یا لکڑی یا گھاس یا بھوسے کا ردا رکھے۔ تو اُس کا کام ظاہر ہو جائے گا کیوں کہ جو دن آگ کے ساتھ ظاہر ہوگا وہ اُس کام کو بتا دے گا اور وہ آگ خود ہر ایک کا کام آزما لے گی کہ کیسا ہے۔ جس کا کام اُس پر بنا ہوا باقی رہے گا وہ اجر پائے گا۔ اور جس کا کام جل جائے گا وہ نقصان اُٹھائے گا لیکن خود بچ جائے گا مگر جلتے جلتے۔‘‘

غور کریں یہاں پولس اُن لوگوں کے بارے میں بات کر رہا ہے جو اُس عمارت پر ردے رکھ رہے ہیں جس کی نیو مسیح ہے۔ اگر مسیح اُن کی زندگیوں میں بہ طور بنیاد ہے تو پھر وہ لوگ مسیحی ہیں۔ مسیح کو قبول کرنے کے بعد مسیحی ایمان اور فرمانبرداری سے جو کچھ کرتے ہیں اُس کو سونے، چاندی اور قیمتی پتھروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن اگر اُنھوں نے اُس عمارت پر لکڑی، گھاس یا بھوسے کے ردے رکھے تو یہ چیزیں جسم کے کاموں (خلافِ شریعت کام) کی تصویر کشی کرتی ہیں اور یہ اُس دن خُدا کی آگ سے جل جائیں گی۔

’’جس کا کام اُس پر بنا ہوا باقی رہے گا وہ اجر پائے گا اور جس کا کام جل جائے گا وہ

نقصان اُٹھائے گا لیکن خود بچ جائے گا مگر جلتے جلتے۔''

اِس سے یہ بات واضح ہے کہ راست بازوں کو بھی کسی نہ کسی طریقہ سے آگ سے پرکھا جائے گا۔اُن کے اعمال کو آتشی شریعت کے معیار کے مطابق جانچا جائے گا۔تمام بے شرع کام آگ میں بھسم ہو جائیں گے، کیوں کہ وہ لکڑی، گھاس اور بھوسے کے ہوں گے۔

لہٰذا، آئیں متی ۱۳ باب میں بیان کی گئی گیہوں اور کڑوے دانوں کی تمثیل کی طرف واپس جاتے ہیں، وہاں یسوع بدکاروں اور ٹھوکر کھلانے والی چیزوں کو کڑوے دانے کہتا ہے،یعنی وہ راست بازوں کی طرح نظر آتے ہیں لیکن اُن کا پھل کڑوا ہے اور وہ بالکل فائدہ مند نہیں ہے۔شروع میں گیہوں اور کڑوے دانے ایک جیسے نظر آتے ہیں۔لیکن صرف فصل کی کٹائی کے موقع پر ہی اُن کے درمیان فرق ظاہر ہوگا، کیوں کہ گیہوں دانوں کی وجہ سے بھاری ہو جاتے ہیں اور اُن کے سر بہ طور عاجزی جھک جاتے ہیں۔کڑوے دانوں میں ہلکے بیج ہوتے ہیں اور وہ سیدھے کھڑے رہتے ہیں اور اُن کا بیج زہریلا ہوتا ہے۔ہم یقیناً اُن کو اُن کے پھلوں سے جان جائیں گے۔

شریعت پرستی مخالفِ شرع ہے

جب کبھی ہم کہتے ہیں کہ مسیحیوں کو شریعت کے مطابق ہونا چاہیے،تو ہمیشہ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو یہ سوچتے ہیں کہ اِس کا مطلب ہے کہ اُن کو لازمی شریعت پرست ہونا چاہیے۔فقیہی اور فریسی شریعت کی پیروی کرتے تھے، لیکن اصل میں وہ اُسے توڑتے تھے۔

متی ۵ باب میں اِس کی بہت سی مثالیں دی گئی ہیں۔شریعت پرستی یہ ہے کہ ایک شخص شریعت کو پڑھتا ہے جہاں لکھا ہے، ''تو خون نہ کرنا''، لیکن وہ سمجھتے تھے کہ اپنی پڑوسی سے نفرت کرنا ٹھیک ہے(متی ۵:۲۱،۲۲)۔شریعت پرستی یہ ہے جہاں ایک شخص شریعت کو پڑھتا ہے، ''آنکھ کے بدلے آنکھ'' اور پھر اِس بات پر زور دیتے ہیں کہ یہ ہمارا مقدس فریضہ ہے کہ اُن لوگوں سے مکمل بدلہ لیا جائے جو اُنھیں تنگ کرتے ہیں(متی ۵:۳۸۔۴۲)۔شریعت پرستی یہ ہے جہاں کوئی شخص شریعت میں پڑھتا ہے،''اپنے پڑوسی سے محبت رکھو''، اور پھر اُس میں اپنی روایت ڈال دیتے ہیں کہ، ''اپنے دشمن سے نفرت کرو''۔شریعت پرستی میں ایک شخص پڑوسی کی نہایت محدود تصریح کرتا ہے تا کہ اُنھیں غیر اسرائیلیوں سے محبت نہ کرنی پڑے۔

یہی وجہ ہے کہ یسوع نے اِن تمام مثالوں سے پہلے کہا کہ ہماری راست بازی لازمی فریسیوں کی راست سے زیادہ ہونی چاہیے (متی ۵:۲۰)۔ دُوسرے لفظوں میں ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم شریعت کی تشریح اور اُس کا اطلاق اُن سے بہتر کریں۔ اُن کی بہت سی روایات نے شریعت کو مسخ کر دیا۔

مرقس ۷:۷۔۹ میں یسوع نے اُن سے کہا،

''اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں
کیوں کہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔
تم خُدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم رکھتے ہو۔ اور اُس نے اُن سے کہا
تم اپنی روایت کو ماننے کے لیے خُدا کے حکم کو بالکل ردّ کر دیتے ہو۔''

یہ نہایت بدقسمتی کی بات ہے کہ انسانوں نے رُوح القدس کی راہنمائی کو اپنی زندگیوں میں ترک کر کے اپنی عقل اور سمجھ سے شریعت کی تشریح اور اُس کا اطلاق کیا۔ یسوع مسیح کے زمانہ میں فقہیوں اور فریسیوں کے ساتھ یہی مسئلہ تھا، اِسی لیے یسوع نے متی ۲۳:۲۷، ۲۸ میں اُن سے کہا،

''اے ریاکار فقہیو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اُوپر سے تو خوب صورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں۔ اِسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو۔''

وہ مسئلہ آج بھی اُسی طرح برقرار ہے۔ جب لوگ ایسا کرتے ہیں تو وہ شریعت پرست بن جاتے ہیں، وہ شریعت کو بدنام کرتے اور دُوسروں کو مکمل طور پر اِس پر عمل کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے وہ خُدا کے منہ سے نکلے ہوئے ہر ایک لفظ پر عمل کرنے کے قابل نہیں رہتے (متی ۴:۴)۔ ایک غالب آنے والا مخالفِ شرع اور شریعت پرستی میں فرق کو دیکھنے کے لیے دُعا کرتا ہے، اور پھر وہ خُدا کی فطرت کے اظہار کے طور پر شریعت کی گواہی دیتا ہے۔

ایک شریعت پرست اپنے گناہ کا جواز پیش کرنے کے لیے شریعت میں خامیاں تلاش کرتا ہے۔ وہ خُدا کی مرضی کو پورا کرنے میں دل چسپی نہیں رکھتا بلکہ بغیر کسی جواب دہی کے گناہ کرنا چاہتا ہے۔ الٰہی مکاشفہ شریعت میں گنجائش موجود رکھتا ہے کیوں کہ اگر خُدا ہر ایک عمل کے بارے میں قانون وضع کرتا تو شریعت کی

جلدیں لامتناہی ہوسکتی تھیں۔

فسح کی شریعت میں اِس کی ایک مثال ملتی ہے۔شریعت نے کہا کہ ہرایک شخص اِس عید کو منائے۔لیکن یہ بھی کہا گیا کہ اگر کوئی شخص ناپاک ہے تو وہ اِسے نہیں منا سکتا۔ایسے بھی ہوا کہ ایک شخص مرا اور اُس کے بیٹوں نے اُسے دفن کیا (گنتی ۹)۔لاش کو چھونے کی وجہ سے وہ ناپاک ہوگئے اور وہ فسح منانے کے قابل نہ رہے۔ چناں چہ وہ موسیٰ کے پاس آئے اور اُسے پوچھا کہ اِس صورت میں کیا کیا جائے۔

موسیٰ نے اِس بات کو تسلیم کیا کہ خُدا نے اِس معاملہ میں کوئی حکم نہیں دیا،لہٰذا وہ مزید راہنمائی کے لیے خُدا کے پاس گیا۔خُدا نے اُسے بتایا کہ اگر وہ پہلے مہینے فسح نہ منا سکیں،تو وہ دُوسرے مہینے کی اُسی تاریخ کو فسح منائیں۔

یہ حکم ایک حیرت انگیز مکاشفہ تھا،کیوں کہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ برّہ کے خون کے وسیلہ ایمان سے راست باز ہونے کا یہ دُوسرا موقع ہے۔بہت سے لوگوں نے تبدیلی کے دُوسرے موقع کے تصور کی مذمت کی،اُنھوں نے اِس بات پر زور دیا کہ کوئی بھی صرف موجودہ زندگی میں ہی راست باز ٹھہرایا جاسکتا ہے۔لیکن شریعت نے اِس معاملہ میں خُدا کے دل کے بارے میں ظاہر کردیا۔اگر کوئی شخص اِس زمانہ میں ''ناپاک'' ہے،تو اُس کے پاس موقع (اتفاق نہیں) ہے کہ وہ آنے والے زمانہ میں راست باز ہو جائے۔ اِس تصور کے متعلق مکمل وضاحت کے لیے میری کتاب ''تخلیق کی یوبلی'' کا مطالعہ کریں۔

ایک شریعت پرست رُوح القدس کی راہنمائی کی بجائے بائبل کی تشریح اپنے دل یعنی اپنی سمجھ اور اپنی خواہش کے مطابق کرتا ہے۔وہ اپنے گناہ کا جواز پیش کرنے کے لیے شریعت میں خامیاں تلاش کرتا ہے،یا پھر وہ اپنی روایات شریعت میں شامل کرتا ہے جو شریعت کو لوگوں پر ایک بوجھ بنادیتی ہے۔

غالب آنے والے وہ ہیں جو اپنا نقطہ نظر قائم کرنے کی بجائے خُدا کی عقل کو جاننے کی خواہش کرتے ہیں۔وہ خُدا کو اپنی خواہشات کے مطابق حکم دینے کی بجائے حقیقی طور پر فرمانبردار بننا چاہتے ہیں۔

رُوح القدس کی راہنمائی

خُدا ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ وہ براہِ راست رُوح القدس کے ذریعے ہماری راہنمائی کرے۔اِس کی تصویرکشی موسیٰ کے ماتحت رات کو آگ کے ستون اور دن کو بادل کی صورت میں کی گئی جس نے بیابان میں اسرائیل

کی راہنمائی کی۔تاہم لوگوں کی بدنی خواہشات اور عقل نے خُدا کی آواز کو سننا دشوار بنا دیا۔کچھ لوگ باغیانہ دلوں کے مالک تھے اور اُنھوں نے خُدا کی آواز کو سننے سے انکار کر دیا، بہت سے دُوسرے لوگوں کے دل بت پرستانہ تصورات کے شکار تھے جنہوں نے اُنھیں خُدا کی آواز سننے سے روک دیا۔

اِس وجہ سے خُدا نے اُنھیں ظاہری تختیوں (پتھر یا کاغذ) پر شریعت دی۔خُدا اِس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ وہ کہے ہوئے کلام سے شریعت کو ہمارے دلوں پر لکھے، کیوں کہ یہ اُس کلام کو ہمارے باطن کا حصہ بنا دیتا ہے اور وہ ہماری فطرت کا حصہ بن جاتا ہے۔لیکن بہت کم لوگ اُس کی آواز کو سننے کے قابل ہیں، اِسی لیے ہمیں تحریری کلام دیا گیا۔لوگ اُس تحریری کلام کا جسمانی عقل یا رُوحانی عقل سے مختلف نتائج کے ساتھ مطالعہ کرتے ہیں۔

رُوح القدس کو شریعت کے بہتر متبادل یا قائم مقام کے طور پر نہیں دیا گیا۔رُوح القدس اِس لیے دیا گیا کہ جب بھی خُدا بولے تو ہم خُدا کی حکمت کو جان سکیں۔کوئی بھی اُن باتوں کو پڑھ سکتا ہے جو ماضی میں لکھی گئیں، لیکن خُدا کی حکمت صرف رُوح القدس کے براہِ راست عمل سے ہی ظاہر ہو سکتی ہے۔بالفاظ دیگر، رُوح القدس شریعت کا جلا کار (illuminator) ہے، جو ہمیں سمجھ دیتا ہے۔اِسی طرح سے یسوع نے شاگردوں کو سکھایا، لیکن جب وہ جسمانی طور پر اُن سے جدا ہو گیا تو رُوح القدس اِس طرح سے اُس کا متبادل بن گیا۔یوحنا ۱۴: ۲۵، ۲۶ میں لکھا ہے،

> ''میں نے یہ باتیں تمھارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں۔لیکن مددگار یعنی رُوح القدُس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمھیں سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمھیں یاد دلائے گا۔''

لہٰذا رُوح القدس شریعت کا متبادل نہیں بلکہ یسوع کا متبادل ہے۔اِسے سمجھ کر ہم مخالفِ شرع اور شریعت پرستی کے کسی قسم کے پھندے میں نہیں پھنسیں گے۔اِس کی بجائے ہم رُوح القدس کی راہنمائی کی پیروی کرنا سیکھیں گے، جو ہمیں کبھی بھی خُدا کی شریعت کی خلاف ورزی کے بارے میں نہیں کہے گا۔رُوح القدس ہمیں انسانی روایات اور اُن کی شریعت کی سمجھ کی پیروی کرنے سے روک سکتا ہے، لیکن اُس شریعت کی نہیں جو خُدا نے شروع سے دی یا وہ جس کا ارادہ رکھتا ہے۔

اکثر کم فہم لوگ یہ کہتے ہیں کہ یسوع نے بھی الٰہی شریعت کی خلاف ورزی کی۔فریسیوں نے

اِس بات پر یقین کیا اور اُنھوں نے اُسے مسیح ہونے کا دعویٰ کرنے کی پاداش میں مصلوب کر دیا۔ وہ اِس کے علاوہ اُس کی زندگی میں کوئی جرم نہیں ڈھونڈ سکتے تھے۔ پنطس پیلاطس نے خُدا کے برّہ کو بے الزام پایا، اُس نے کہا، ''میں اُس کا کچھ جرم نہیں پاتا'' (یوحنا ۱۹:۴)۔ فسح کے برّہ کو لازمی بے عیب ہونا چاہیے (خروج ۱۲:۵)۔ یسوع نے اُس شریعت کو پورا کیا۔ یوں کوئی کیسے یہ کہہ سکتا ہے کہ اُس نے شریعت کی خلاف ورزی کی؟ اگر وہ گناہ کا مرتکب ہوتا تو وہ ہمارے گناہوں کو دُور کرنے کے لیے خُدا کا برّہ ہونے کے لیے اہل نہ ہوتا۔ کیوں کہ گناہ شرع کی مخالفت ہے (۱۔یوحنا ۳:۴)۔

فرمانبرداری کا مفہوم

زیادہ تر مسیحی سمجھتے ہیں کہ خُدا اُن سے چاہتا ہے کہ وہ فرمانبردار ہوں۔ کچھ غلطی سے فرمانبرداری کو نجات (راست بازی) کے لیے ایک لازمی شرط قرار دیتے ہیں، اور یہ اُنھیں نجات کے معیار تک پہنچنے کے لیے اچھا بننے کی کوشش کی غلامی میں لے جاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کا نظریہ ہے جو فسح اور پینتکست کے درمیان فرق کو نہیں جانتے۔ فسح ہمیں اعمال کی بجائے ایمان سے راست باز بناتی ہے (رومیوں ۳:۲۸)۔ تاہم پینتکست ہمیں فرمانبرداری میں لاتی ہے اور اِسے ہمارے اعمال سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

پینتکست میں ہم رُوح القدس سے ہر روز اُن کاموں کو کرنے کی راہنمائی حاصل کرتے جن کی طرف خُدا ہماری راہنمائی (یا ہمیں کہتا ہے) کرتا ہے۔ یہ براہِ راست ہماری ہر ایک چیز کو متاثر کرتی ہے۔ اگر کوئی شخص رُوح القدس سے معمور ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن فرمانبردار ہونے سے انکار کرتا ہے تو وہ حقیقی مسیحی نہیں ہے۔ ۲۔کرنتھیوں ۱۰:۵ میں لکھا ہے کہ ہم اِس مقصد کے لیے رُوحانی جنگ کرتے ہیں:

> ''چناں چہ ہم تصورات اور ہر ایک اُونچی چیز کو جو خُدا کی پہچان کے برخلاف سر اُٹھائے ہوئے ہے ڈھا دیتے ہیں اور ہر ایک خیال کو قید کر کے مسیح کے فرمانبردار بنا دیتے ہیں۔''

پطرس رسول اِس کی تصدیق کرتا ہے، وہ ۱۔پطرس ۱:۱۴، ۱۵ میں کہتا ہے،

> ''اور فرمانبردار فرزند ہو کر اپنی جہالت کے زمانہ کی پرانی خواہشوں کے تابع نہ بنو۔ بلکہ جس طرح تمھارا بلانے والا پاک ہے اُسی طرح تم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو۔''

چوں کہ زیادہ تر لوگ سمجھتے ہیں کہ فرمانبرداری ایک خوبی ہے، اِس لیے ہمیں اِس نکتہ کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے میں دیکھ رہا ہوں سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ لوگوں نے فرمانبرداری کو شریعت سے الگ کر دیا ہے۔ ایسا نہیں کہ موسیٰ کی پہلی پانچ کتابیں پوری شریعت پیش کرتی ہیں۔ ایسا ہر گز نہیں ہے۔ شریعت ہر ایک لکھا اور بولا گیا لفظ ہے جو خُدا نے کسی بھی وقت انفرادی طور پر انسانوں سے کہا۔

جو کچھ خُدا انسانوں کو کرنے کے لیے کہتا ہے وہ شریعت ہے، کیوں کہ یہ محض فرمانبرداری کا تقاضا کرتی ہے۔ اِس اہل ہونے کے لیے انسانوں کو لازمی دُعا کرنی چاہیے کہ وہ ہر حکم میں خُدا کی مرضی اور اُس کی عقل کو جانیں۔ اگر ہم اپنی جسمانی عقل کے مطابق فرمانبرداری کرنی کی کوشش کریں گے تو یقیناً ہم اپنے تمام ''نیک ارادوں'' کے باوجود ناکام ہو جائیں گے۔

دو عہود

غالب آنے والا ہونے کی سب سے بڑی کلید پرانے اور نئے عہود کے درمیان فرق کو سمجھنا ہے۔ کلامِ مقدس میں بہت سے عہد ہیں، لیکن یہ سب عہد صرف کسی ایک عہد کو ہی ظاہر کریں گے دونوں کو نہیں۔

اگر کسی عہد کو پورا یا مستحکم کرنے کے لیے انسان کی مرضی، وعدہ، منت یا کچھ کرنے کی ضرورت ہو تو یہ پرانے عہد کا حصہ ہے۔ لیکن اگر ایک عہد کی بنیاد خُدا کے وعدہ پر ہو تو یہ نئے عہد کا حصہ ہے۔

اولین پرانا عہد خروج ۱۹: ۵۔۸ میں نظر آتا ہے،

> ''سو اب اگر تم میری بات مانو اور میرے عہد پر چلو تو سب قوموں میں سے تم ہی میری خاص ملکیت ٹھہرو گے کیوں کہ ساری زمین میری ہے۔۔۔ اور سب لوگوں نے مل کر جواب دیا کہ جو کچھ خُداوند نے فرمایا ہے وہ سب ہم کریں گے اور موسیٰ نے لوگوں کا جواب خُداوند کو جا سنایا۔''

حورب کے پہاڑ کا عہد صرف اِسی صورت میں مستحکم ہوتا اگر لوگ خُدا کی شریعت کی پیروی کرتے۔ تاہم وہ فوراً ایسا کرنے میں ناکام رہے۔ درحقیقت زیادہ دیر نہ ہوئی کہ اُنھوں نے سونے کے بچھڑے کی پرستش کی (خروج ۳۲: ۱۹)۔ پہلے گناہ کے ساتھ ہی اُنھوں نے اُس عہد کی خلاف ورزی کر دی۔ یہی وجہ ہے کہ پولس رسول ہمیں بتاتا ہے کہ اُن کے اپنے اعمال اُنھیں راست باز نہیں بنا سکتے تھے۔

یوں ایک دُوسرے عہد کی ضرورت پیش آئی، جو حقیقت میں فعال ہو۔ خُدا نے وہ دُوسرا عہد چالیس سال کے بعد موآب کے میدانوں میں موسیٰ کی موت سے عین پہلے باندھا۔ ہم استثنا ۲۹:۱ میں پڑھتے ہیں،

''اسرائیلیوں کے ساتھ جس عہد کے باندھنے کا حکم خُداوند نے موسیٰ کو موآب کے ملک میں دیا اُسی کی یہ باتیں ہیں۔ یہ اُس عہد سے الگ ہے جو اُس نے اُن کے ساتھ حورب میں باندھا تھا۔''

دُوسرے عہد کی ماہیت ہمیں ۱۰۔۱۵ آیات میں واضح نظر آتی ہیں،

''آج کے دن تم اور تمھارے سردار تمھارے قبیلے اور تمھارے بزرگ اور تمھارے منصب دار اور سب اسرائیلی مرد۔ اور تمھارے بچے اور تمھاری بیویاں اور وہ پردیسی بھی جو تیری خیمہ گاہ میں رہتا ہے خواہ وہ تیرا لکڑ ہارا ہو خواہ سقّا سب کے سب خُداوند اپنے خُدا کے سامنے کھڑے ہو۔ تاکہ تو خُداوند اپنے خُدا کے عہد میں جسے وہ تیرے ساتھ آج باندھتا اور اُس کی قسم میں جسے وہ آج تجھ سے کھاتا ہے شامل ہو۔ اور وہ تجھ کو آج کے دن اپنی قوم قرار دے اور وہ تیرا خُدا ہو جیسا اُس نے تجھ سے کہا۔ جیسی اُس نے تیرے باپ دادا ابرہام اور اضحاق اور یعقوب سے قسم کھائی۔''

دُوسرا عہد نیا عہد تھا جس کے تحت یشوع نے بنی اسرائیل کی وعدہ کی سرزمین کی طرف راہنمائی کی۔ یہ خُدا کی قسم تھی نہ کہ انسان کی۔ اگر کوئی قسم، وعدہ یا منت کرتا ہے تو وہ اُسے پورا کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اِس عہد میں خُدا نے اپنے آپ سے قسم کھائی کہ وہ اُس کے لوگ ہوں گے اور وہ اُن کا خُدا جیسے اُس نے ابرہام، اضحاق اور یعقوب سے قسم کھائی تھی۔ بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ خُدا کا ابرہام سے عہد نئے عہد کا حصہ تھا، اور یہ کہ نیا عہد پرانے عہد سے بھی پہلے قائم کیا گیا۔ دونوں عہود کو بہ طور خُدا کا وعدہ بہ مقابلہ انسان کا وعدہ بہتر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ پرانا عہد توڑا جا سکتا تھا، کیوں کہ انسان کبھی بھی اپنی نیک نیتی پر قائم نہیں رہ سکتا۔ نیا عہد توڑا نہیں جا سکتا، کیوں کہ خُدا ہمیشہ اپنی قسموں، وعدوں اور عہود پر قائم رہے گا۔

یوحنا ۱:۱۲، ۱۳ ہمیں بتاتا ہے،

''لیکن جتنوں نے اُسے قبول کیا اُس نے اُنھیں خُدا کے فرزند بننے کا حق بخشا یعنی اُنھیں جو اُس کے نام پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ نہ خون (bloodline of human genealogy)

سے نہ جسم کی خواہش سے نہ انسان کے ارادہ سے بلکہ خُدا سے پیدا (gennao,"begotten")
ہوئے۔''

یوحنا کہتا ہے کہ خُدا کے فرزند خُدا کی مرضی سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ انسان کی مرضی سے۔ اِس بات کو کہنے کا یہ ایک اور طریقہ ہے کہ ہم اپنی مرضی سے خُدا کے بیٹے نہیں بنتے۔ بالفاظ دیگر، ہم صرف نئے عہد کے ذریعے خُدا کے فرزند بن سکتے ہیں، جہاں خُدا ہمارے اندر اپنی قسم کو پوری کرے گا۔ ہماری مرضی صرف خُدا کی مرضی کا ردعمل ہے۔

اگر ہم حقیقی ایمان رکھتے ہیں تو ایسا اِس لیے ہے کیوں کہ ہم نے اپنے دلوں میں اُس کی آواز کو سنا ہے، کیوں کہ ''ایمان سننے سے پیدا ہوتا ہے'' (رومیوں ۱۰:۱۷)۔ اگر خُدا پہلے نہیں بولتا تو ہم نہیں سنیں گے۔ اِس طرح وہ ہمارے ایمان کا آغاز کرنے والا ہے، اور ہمارا ایمان اِس بات کا ثبوت ہے کہ خُدا اپنا وعدہ پورا کر رہا ہے۔

ایمانِ ابرہامی

پولس رسول کہتا ہے، حقیقی ایمانِ ابرہامی ہی ہمیں ابرہام کے فرزند بناتا ہے (گلتیوں ۳:۷)۔ ایمانِ ابرہامی رومیوں ۴:۲۰، ۲۱ میں بیان کیا گیا ہے،

> ''اور نہ بے ایمان ہو کر (ابرہام نے) خُدا کے وعدہ میں شک کیا بلکہ ایمان میں مضبوط ہو کر خُدا کی تمجید کی۔ اور اُس کو کامل اعتقاد ہوا کہ جو کچھ اُس نے وعدہ کیا ہے وہ اُسے پورا کرنے پر بھی قادر ہے۔''

پھر ایمانِ ابرہامی یہ ہوا کہ خُدا اپنے وعدہ اور قسم کو پورا کرنے میں قادر ہے۔ یہ نئے عہد کا ایمان ہے۔ اِس کے برعکس پرانے عہد کا ایمان وہ ہے جہاں ہم یقین کرتے ہیں کہ خُدا اپنی فرمانبرداری کی قسم کو پورا کرنے میں ہماری مدد کرے گا۔ کوہِ حورب پر اسرائیلیوں کا ایمان ایسا ہی تھا۔ اُن سب نے دُعا کی کہ خُدا اُن کے پرانے عہد کو پورا کرنے میں اُن کی مدد کرے گا، لیکن کیوں کہ، ''سب نے گناہ کیا'' (رومیوں ۳:۲۳)، یہ کسی کو بھی بچانے کے لیے ناکافی تھا، اس لیے پولس ہمیں دوبارہ گلتیوں ۳:۱۸ میں بتاتا ہے کہ،

> ''کیوں کہ اگر میراث شریعت کے سبب سے ملی ہے تو وعدہ کے سبب سے نہ ہوئی مگر

ابرہام کو خُدا نے وعدہ ہی کی راہ سے بخشی۔''

اِس سلسلہ میں ''شریعت'' کا مطلب شریعت کا عہد ہے، یعنی ایک ایسا عہد جس کی بنیاد انسان کی قسم، مرضی، اعمال اور اچھے ارادوں پر ہے۔ یقیناً اپنی قسموں کو پورا کرنے میں خُدا ہماری مدد کرتا ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ہم بچپن سے ہی گناہ کر چکے ہیں۔ لہٰذا ہمیں ایک بہتر عہد کی ضرورت ہے، جیسے عبرانیوں کا خط ہمیں بتاتا ہے۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہمیں اپنے ایمان پر دوبارہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے آپ پر یقین کرنے کی بجائے (یقیناً خُدا کی مدد سے ایسا کیا جاسکتا ہے)، ہمیں ایمان رکھنا چاہیے کہ خُدا اپنے وعدوں کو پورا کرنے کے قابل ہے اور اُسے ایسا کرنے کے لیے ہماری مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اُسے ہماری مدد کی ضرورت ہے تو پھر یقیناً یہ نیا عہد نہیں ہے، بلکہ پرانے عہد کا ایک اور ذیلی مجموعہ ہے۔

غالب آنے والا خُدا پر ایمان رکھتا ہے نہ کہ اپنے آپ پر۔ اِس کی بنیاد نئے عہد اور خدا کی مرضی پر ہے نہ کہ پرانے عہد اور انسان کی مرضی پر۔

تیسرا باب

غیر مشروط محبت رکھنا

غالب آنے والا وہ ہوتا ہے جو اِس بات کو جانتا ہے کہ کیسے غیر مشروط محبت کی جاتی ہے۔ محبت کی ایک سے زیادہ اقسام ہیں، یا بہتر انداز میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ محبت کے ایک سے زائد درجات ہیں۔ محبت کا وہ درجہ جس کا ہم اظہار کرتے ہیں پوری طرح سے ہماری محبت کرنے کی صلاحیت پر منحصر ہے۔ ہماری محبت کرنے کی صلاحیت ہمارے پختگی کے درجہ پر منحصر ہے۔ ہماری پختگی کا درجہ مصر سے وعدہ کی سرزمین کی طرف ہماری پیش روی کو ظاہر کرتا ہے۔

خُدا کے بہت سے فرزند ہیں۔ یہ فرزند کبھی بھی پختہ بالغوں کے طور پر پیدا نہیں ہوتے۔ یہ رُوحانی بچوں کے طور پر پیدا ہوتے ہیں جنہیں نشو ونما اور سیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم دو سال کے بچے کو موٹر وے پر گاڑی چلانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اور نہ ہی ہم ایک دس سال کے بچے کو قوم کا صدر بنا سکتے ہیں۔ یہ ذمہ داریاں صرف وہی سرانجام دے سکتے ہیں جو جسمانی اور جذباتی طور پر بالغ ہو چکے ہیں۔ لیکن رُوحانی بالغ ہونے کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟

کیا خُدا ایک رُوحانی بچے کو اجازت دے گا کہ وہ اُس کی بادشاہی میں حکومت کرے؟ اگر اُس نے ایسا کرنے کی اجازت دی تو مجھے اُن حکمرانوں پر بہت افسوس ہو گا۔ کوئی بھی شخص جس نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ جانتا ہے کہ ماضی کے اکثر بادشاہ اور دُوسرے حکمران جسمانی طور پر بالغ اور اکثر جذباتی طور پر بھی پختہ ہو چکے تھے، لیکن اُن میں بہت کم لوگ رُوحانی طور پر بالغ تھے۔ اُن لوگوں کی ناپختگی کی وجہ سے اکثر لوگ مذہبی اور معاشرتی قیادت میں ناانصافی اور ظلم کا شکار ہوئے۔

خُدا نے نسلِ انسانی کو اِس قسم کی ناانصافی کا تجربہ کرنے کی اجازت دی تا کہ لوگ کسی بہتر چیز کی خواہش کریں۔ انسانی بادشاہت کی جابرانہ فطرت کو دیکھتے ہوئے، خُدا اپنی بادشاہی کے تصور میں اِس کے تقابل کو پیش کرتا ہے، اِس میں خُدا مسیح اور اُس کے غالب آنے والوں کے ذریعے بادشاہی کرے گا۔ حجی ۲: ۷ میں لکھا ہے،

"میں سب قوموں کو ہلا دُوں گا اور اُن کی مرغوب چیزیں آئیں گی اور میں اِس گھر کو

جلال سے معمور کروں گا رب الافواج فرماتا ہے۔''

اگر آج قومیں کسی بھی چیز کی خواہش کرتی ہیں تو وہ امن اور انصاف ہے۔ کیوں کہ بہت سی اقوام سے ناانصافی اور خون ریزی ہوئی۔ وہ ایسے راہنما کے خواہش مند ہیں جو خوف کی بجائے محبت سے اُن پر حکومت کرے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اُن کے سیاسی اور مذہبی راہنما اُن سے امن کا وعدہ کرتے ہیں، لیکن وہ اُسے پورا کرنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ وہ امن چاہتے ہیں لیکن صرف اپنی شرائط پر۔ دُنیا کے تمام ظالم دُنیا میں اپنی شرائط پر امن چاہتے ہیں۔ اور وہ اُس امن کو حاصل کرنے کے لیے دُوسری اقوام کو فتح کرنا چاہتے ہیں۔

اِس طرح کے ظالم خُدا کی محبت کو نہیں جانتے؛ وہ خودغرض اور خدمت پسند ہیں۔ اِس سے کچھ فرق نہیں پڑتا کہ وہ ظالم اپنے آپ کو بادشاہ یا کوئی بڑا مذہبی راہنما کہتے ہیں۔ اگر اُن کی خواہش خدمت کرنے کی بجائے خدمت لینا ہے، تو وہ بائبل کے خُدا کو نہیں جانتے۔ ایسے تمام لوگ خُدا کی بادشاہی میں حکومت کرنے کے لیے نااہل ہیں۔ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے اختیار کے بھوکے لوگ اور تنظیمیں بھی حکومت کرنا چاہتی ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک کے پاس پیروکاروں کی ایک مخصوص جماعت ہوتی ہے جو اقتدار کے لیے اُن کی آواز کی حمایت کرتی ہے۔ یہ خانہ جنگی، قتل و غارت اور مسلسل تنازعات کو جنم دیتی ہے، اور اِس کی وجہ سے موجودہ حکمران امتناعی قوانین نافذ کرتے ہیں اور اُن پر طاقت سے عمل کرواتے ہیں۔

یہ مسئلہ صرف موجودہ حکمرانوں کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ تمام حکمران اس مسئلہ کی جڑ ہیں، جو اپنے حمایتوں سے وعدے کرتے ہیں اور اگر وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو وہ ہمیشہ اپنے طریقہ سے ظالم بن جاتے ہیں۔ ہر ایک انقلاب محض ایک ظالم سے دُوسرے ظالم کی تبدیلی کا سبب بنتا ہے۔

محبت کے تین درجات

یونانی زبان میں محبت کی مختلف اقسام کو بیان کرنے کے لیے ایک سے زائد الفاظ ہیں۔ اِس معاملہ میں اُن کی زبان انگریزی زبان سے کہیں زیادہ متنوع ہے۔ ہم ''محبت'' کی اصطلاح کو جنسی تعلق، نابالغ محبت، دوستانہ محبت، والدین کی محبت یا ایثار کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔

تاہم یونانی زبان میں محبت کو بیان کرنے کے لیے کم از کم تین الفاظ ہیں۔ ایروس (Eros) محبت کی سب سے ناپختہ قسم ہے، جو محض جسمانی کشش کو ظاہر کرتی ہے اور یہ جنسی ہوس میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔ نئے

عہد نامہ میں لفظ ایروس ایک بار بھی استعمال نہیں ہوا۔

فیلیو (Phileo) محبت کی ایک اعلیٰ قسم ہے جو برادرانہ محبت یا بہن بھائیوں کے درمیان مخصوص محبت کو ظاہر کرتی ہے۔ اِسی لیے فلدیفیہ کے معنی "برادرانہ محبت کا شہر" ہے۔ لیکن ہم اِس بات کو جانتے ہیں کہ بہن بھائی اکٹھے پروان چڑھتے ہیں، اِس لیے اُن کی محبت کی بنیاد زیادہ تر نصفا نصف تعلق پر قائم ہے۔ یہ ایک عدالتی محبت ہے جو اپنے حقوق اور منصفانہ حصہ قائم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اِس طرح فیلو محبت مشروط محبت ہے اور جو لوگ اِس کے معیارات تک نہیں پہنچتے وہ محبت میں کامل نہیں ہوتے۔

جیسے جیسے بہن بھائی بڑے ہوتے ہیں تو وہ وراثت کے حقوق کے اصولوں کو سیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ یہ باتیں بھی سیکھ جاتے ہیں کہ یہ چیز میری ہے اور یہ چیز میری نہیں اور کسی کی چیز اُس کی اجازت کے بغیر نہیں لینی۔ وہ اِس بات سے بھی شناسا ہو جاتے ہیں کہ یہ کمرہ میرا ہے اور یہ حصہ دُوسرے کا ہے۔

اکثر بچے اپنے حقوق کے لیے لڑتے ہیں، اور والدین اُن کے درمیان بہ طور ثالث اپنا کردار ادا کرتے ہیں، وہ اُن کے دلائل کا تصفیہ کرنے کے لیے فیصلے کرتے ہیں۔ والدین قانون نافذ کرتے ہیں اور جب بھی وہ کوئی تنازعہ طے کرتے ہیں بچے فیلیو محبت کے بارے میں کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا ہے وہ دُوسروں کے جائز حقوق کا احترام کرنا سیکھ جاتے ہیں اور دُوسرے سے ایسا سلوک کرتے ہیں جیسا وہ چاہتے ہیں کہ دُوسرے بھی اُن سے کریں۔

یہ اچھا ہے لیکن یہ محض بچوں کی نشو ونما کا ایک مرحلہ ہے۔ بالآخر اُنھیں مکمل بالغ بننے کے لیے لازماً غیر مشروط محبت سیکھنی پڑتی ہے جو قانون کے تحت کسی کے حقوق سے بھی بالاتر ہے۔ یہ رحم، فضل اور معافی کے اعلیٰ تصورات میں شامل ہوتی ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمیں املاک کے حقوق کو حقیر سمجھنا چاہیے یا دُوسروں کے ساتھ انصاف کے ساتھ سلوک کے نظریات کو ترک کرنا چاہیے۔ ہمیں قانون سے کم تر ہونے کے لیے نہیں بلایا گیا بلکہ اناجیل میں درج اصولوں میں اُس سے بھی آگے بڑھنے کے لیے کہا گیا ہے۔

غیر مشروط محبت کے لیے ایک پختہ محبت کی ضرورت ہوتی ہے جسے "اگاپے محبت" کہتے ہیں۔ یہ خُدا کی محبت ہے جو یوحنا ہمارے سامنے رُوحانی بلوغت کے مقصد کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اگاپے محبت، فیلیو محبت سے مختلف ہے۔ یسوع نے یوحنا ۱۳: ۳۴، ۳۵ میں کہا،

"میں تمھیں ایک نیا حکم دیتا ہوں کہ ایک دُوسرے سے محبت (agape) رکھو کہ جیسے

میں نے تم سے محبت رکھی تم بھی ایک دُوسرے سے محبت رکھو۔ اگر آپس میں محبت رکھو گے تو اِس سے سب جانیں گے کہ تم میرے شاگرد ہو۔"

صرف اِسی تناظر میں یہ ایک نیا حکم تھا کیوں کہ موسیٰ کی شریعت میں ہمسایہ کے متعلق فیلیو محبت کی ضرورت تھی، جو سب کے لیے برابر انصاف مہیا کرتی۔ شریعت میں کسی کو بھی اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ شریعت نے اُن حقوق کی وضاحت کی اور ہمیشہ لوگوں کے جائز حقوق کو قائم کیا جو وہ رکھتے تھے۔

لیکن یسوع نے ہمیں اپنی مثال سے یہ دکھایا کہ کیسے اپنے تمام حقوق سے دست بردار ہو جانا چاہیے، یہاں تک کہ اُس نے صلیب پر سب کو معاف کر دیا۔ یہ اگاپے محبت کا عمل تھا۔ اور یہی یسوع نے کہا تھا کہ اُس کے شاگرد باقی سب لوگوں سے منفرد ہوں گے۔

موسوی شریعت ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ ہم اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھیں (احبار ۱۹:۱۸)۔ لیکن شریعت کسی سے بھی تقاضا نہیں کرتی کہ وہ دُوسروں کے لیے اپنی جان دے دے۔

یسوع کا نیا حکم ہم سے اِقتضا کرتا ہے کہ ہم اپنے آپ سے زیادہ دُوسروں سے محبت رکھیں، یوحنا ۱۵:۱۳ میں کہا گیا ہے،

"اِس سے زیادہ محبت کوئی شخص نہیں کرتا کہ اپنی جان اپنے دوستوں کے لیے دے دے۔"

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت واقعی محبت کی وضاحت کرتی ہے، لیکن یہ فیلیو محبت تک محدود ہے۔ یہ محبت اُس وقت تک ہماری راہنمائی کرتی ہے جب تک ہم رُوحانی بلوغت میں بڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ پڑوسیوں کے لیے ہمارے انصاف اور عزت کی بنیاد رکھتی ہے جو زندگی کے بیشتر رشتوں میں از حد ضروری ہے۔

اگاپے محبت کو سیکھنے کے لیے فیلیو محبت کو سیکھنا شرطِ لازم ہے، کیوں کہ کوئی شخص کیسے غیر مشروط محبت کر سکتا ہے اگر اُس نے پہلے شریعت میں مشروط محبت کو نہیں سیکھا؟ یہی وجہ ہے کہ خُدا نے پہلے شریعت دی۔ یہ اِس لیے تھا کہ اُس کے لوگ یسوع مسیح کے وسیلہ دیئے جانے والے فضل کے اعلیٰ ضوابط کی طرف جانے سے پہلے انصاف کے بنیادی اصولوں کو سیکھ سکیں (یوحنا ۱:۱۷)۔

اسرائیلی عیدیں محبت کے درجات کی عکاسی کرتی ہیں

اسرائیل کی تین عیدوں کو رُوحانی ترقی کے مراحل کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے اور یہ ہر ایک شخص کی محبت کے درجہ کو بیان کرنے میں بھی ہماری مدد کرتی ہیں۔ جب ہم خُدا کے برّہ کے خون پر ایمان رکھنے کے وسیلہ فسح کا تجربہ کرتے ہیں تو ہم پہلے درجہ پر خُدا کے فرزند بن جاتے ہیں۔ یوں ہم رُوحانی بچے بن جاتے ہیں۔ یہ ایک اچھا آغاز ہوتا ہے، لیکن ترقی کے اِس درجے پر نیا مسیحی اکثر مرکوزِ بالذات اور نادان ہوتا ہے۔

ہم بچے سے بہت زیادہ توقع نہیں رکھتے، سوائے اِس کے کہ وہ اچھا لگے۔ پوری دُنیا اور ہر قسم کا علم اُس کے چوگرد بکھرا پڑا ہوتا ہے۔ وہ صرف اپنی ضروریات کے بارے میں جانتا ہے اور اُسے اپنے ماں باپ یا اپنے اردگرد موجود لوگوں کی ضروریات سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اگر اُسے بھوک لگتی ہے تو وہ کھانے کا مطالبہ کرتا ہے، اگر وہ گیلا ہوتا ہے تو وہ کپڑوں کی تبدیلی کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر وہ تنہائی محسوس کرتا ہے تو وہ چاہے گا کہ اُس سے لاڈ پیار کیا جائے۔ اُسے بالکل اِس بات کا تصور نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ماں کے حالات کو جان سکے۔ اگر اُس کی ماں تھکی یا دُوسرے کاموں میں مصروف ہے تو اُسے اِس بات سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ صرف اپنی ضرورت کو جانتا ہے، اور اُس وقت اُس کے لیے وہی دُنیا کی سب سے اہم چیز ہے۔

کچھ بالغ ایسے ہوتے ہیں جو ترقی کے اِسی مرحلہ پر قائم رہتے ہوئے پوری زندگی گزارتے ہیں۔ ایسے لوگ دُوسرے لوگوں کی چیزوں کو اپنی چیزیں سمجھتے ہیں اور بغیر کسی ضمیری خلش کے اُن کو چرا بھی سکتے ہیں۔ اگر وہ اقتدار میں آجاتے ہیں تو وہ بہتر سے بہتر طور پر دُوسروں کی چیزوں کو چرا سکتے ہیں۔ وہ بڑی بے حسی سے اِس بات پر کامل اعتقاد رکھتے ہیں کہ دُوسرے اُن کی خدمت کے لیے ہیں۔ وہ اپنے آپ کو "مراعات یافتہ" اور عام لوگوں کو حقیر سمجھتے ہیں۔ اگر وہ مذہبی بن جاتے ہیں، تو وہ رُوحانی بچے حکمرانی کے الٰہی حق کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنی مراعات یافتہ حیثیت کا جواز پیش کرتے ہیں۔

فسح کے درجہ کی مسیحیت ایروس محبت کی خصوصیات رکھتی ہے جو کہ خود غرض محبت ہے۔ ایسے لوگ لینے والے ہوتے ہیں نہ کہ دینے والے۔ اُن سے گفتگو کے دوران وہ سننے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے اُن کو صرف بولنا اچھا لگتا ہے۔ اگر وہ آپ کی بہتری کے لیے آپ سے پوچھنے کی زحمت کرتے ہیں تو آپ بہت خوش قسمت ہوں گے اگر محض ایک فقرہ گزر جائے، اِس کے بعد پھر اس جملہ کے ساتھ مداخلت ہوگی، "یہ مجھے اپنی یاد دلاتا ہے۔۔۔"

ایسے مسیحی ابھی تک محبت میں کامل نہیں ہوئے ہوتے ، اور خُدا ابھی بھی اُن کو اپنی بادشاہی میں حکومت کرنے کے لیے اختیار نہیں سونپے گا۔فیلیو محبت کو سیکھنے میں ناکامی کے بعد، وہ یقینی طور پر ناانصافی کو قائم رکھیں گے۔

دورِ خمسین (Pentecostal) کے درجہ کی محبت فیلیو محبت کی خصوصیات رکھتی ہے۔جیسا کہ ہم نے پہلے کہا، یہ ایک عدالتی محبت ہے۔ پینٹکست ایک عید ہے جو شریعت دینے کی یاد میں منائی جاتی ۔ یہ ترقی کا ضروری مرحلہ ہے، لیکن یہ خُدا کی بادشاہی میں حکمرانی کرنے کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہ غالب آنے والوں کی محبت نہیں ہے۔لیکن پھر بھی دورِ خمسین ایک ایسی جگہ ہے جہاں کوئی اگاپے محبت کے لیے تمام تیاری کی بنیاد رکھتا ہے۔

وہ لوگ جو رُوح کی آواز سنتے اور فرمانبرداری سیکھتے ہیں وہ یہ بھی سیکھ رہے ہیں کہ حقیقی انصاف کو کیسے قائم کرنا ہے، تاکہ دُوسرے کے حقوق کی پامالی نہ ہو۔ یقیناً ایک عام شخص کو اختیار کے درجہ کے لیے نہیں بلایا گیا کیوں کہ وہ دُوسرے لوگوں کے تنازعات میں انصاف قائم کرنے کی محدود صلاحیت رکھتا ہے۔ہم میں سے زیادہ تر اِن چیزوں کو سیکھنے کے لیے خاندانی تعلقات تک محدود ہیں، خاص طور پر جب ہمارے اپنے بچے ہوتے ہیں ۔اپنے بچوں کے درمیان تنازعات کا تصفیہ کرنا الٰہی شریعت اور فیلیو محبت سیکھنے کا سب سے عام طریقہ ہے۔

عید خیام (خیموں کی عید) منزلِ مقصود کی تصویر کشی کرتی ہے، یہ نہ صرف تاریخ کا مقصد ہے بلکہ ہماری رُوحانی ترقی کی منتہائے مقصود بھی ہے۔ یہ پختگی کی منزل ہے جہاں ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اُس نے کیسے دُرست طور پر حکومت کرنی ہے۔ خاندان میں ایک سادہ سی مثال یہ ہوسکتی ہے اگر ایک بچہ اپنے ہمسائیوں کے گھر کی کھڑکی توڑ دیتا ہے تو یقیناً قانون کے مطابق اُس کے والدین اِس کے ذمہ دار ہیں۔لیکن وہ والدین بچے کے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟

حقیقی فیلیو محبت میں بچے سے کہا جاسکتا ہے کہ، ''تمہیں لازمی کھڑکی کی پوری قیمت ادا کرنے کے لیے کام کرنا پڑے گا''۔تاہم اگاپے محبت میں کچھ اور اضافی انتخابات ہوتے ہیں۔ والدین کو پتہ ہوتا ہے کہ بچے کو کس حد تک ذمہ دار ٹھہرانا ہے۔ کیا بچے نے یہ جان بوجھ کر کیا، یا ایسا حادثاتی طور پر ہوا؟ کیا بچے کو کہا گیا کہ وہ کھڑکی کے قریب باسکٹ بال سے نہ کھیلے؟ کیا بچہ حقیقی طور پر تائب ہوا، یا ابھی تک وہ اپنے اُس رویہ کے متعلق بہانے بنا رہا ہے؟ بچے کی عمر کتنی ہے؟ کیا اُسے بہتر طور پر جاننا چاہیے تھا؟

یہ وہ تمام التفات ہیں جن کے ذریعے والدین نقصان کا کچھ حصہ یا سارا کا سارا نقصان بھی معاف کر سکتے ہیں۔ یہ عمل قانون کو ختم نہیں کرتا بلکہ پھر بھی والدین کو پڑوسی کا نقصان ادا کرنا پڑے گا۔ والدین نے قانون کے تقاضا کو پورا کر دیا، جیسے مسیح نے ہمارے گناہوں کے لیے شریعت کے تمام تقاضوں کو پورا کر دیا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا والدین کو بچے کو راست بازی سکھانے کے لیے ذمہ دار ٹھہرانا چاہیے؟ اگر ایسا ہے تو والدین کو بچے پر کتنی ذمہ داری ڈالنی چاہیے؟

آپ نے دیکھا کہ خُدا نے اپنے بچوں کے ساتھ بالکل ایسے ہی کیا۔ ا۔ یوحنا ۴:۸ ہمیں بتاتا ہے کہ، ''خُدا محبت (agape) ہے۔'' لیکن اِس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ خُدا ہمیں ہمارے اعمال کا ذمہ دار ٹھہرانے کے لیے انکار کر دے گا۔ محبت اور تربیت متضاد اصول نہیں ہیں۔ یہ اِس لیے ہے کیوں کہ خُدا ہمارا باپ بھی ہے اور وہ ہمیں ہمارے اعمال کی جواب دِہی کے بارے میں سکھانے کا بھی ذمہ دار ہے۔

اگر وہ ہمیں کبھی بھی جواب دہ نہیں ٹھہراتا تو ہم فیلیو محبت نہیں سیکھ پائیں گے، یوں ہم اگاپے محبت بھی نہیں سیکھ سکیں گے۔ اگر ہم خُدا کے ہر ایک عمل کو اگاپے محبت ہی سمجھیں گے تو ہم جلد ہی اِس بات کے قائل ہو جائیں گے کہ ہم گناہ کر سکتے ہیں تاکہ فضل زیادہ ہو (رومیوں ۶:۱)۔ دُوسرے لفظوں میں ہم فرمانبرداری نہیں سیکھ سکیں گے؛ ہم بے شرع ہو جائیں گے۔

دُوسری طرف اگر خُدا اپنا فضل ہم پر ظاہر نہ کرتا تو ہمارے پاس اگاپے محبت کو سیکھنے کے لیے کوئی مثال نہ ہوتی۔ لہٰذا اِن دونوں صورتوں میں توازن لازم ہونا چاہیے۔ اِس بات کو جاننے کے لیے کہ کب فیلیو محبت رکھنی ہے اور کب اگاپے محبت کرنی ہے ایک پختہ رُوحانی فہم کی ضرورت ہوتی ہے۔

یہاں تک کہ خُدا خود بھی اِس توازن کو جانتا ہے، اِسی طرح ہمیں بھی مسیح کی عقل کے بارے میں سیکھنا چاہیے تاکہ ہم بھی اپنے بچوں اور دُوسرے لوگوں کے ساتھ اِسی طرح کرنے کے قابل ہوں۔

اِس طرح غالب آنے والے کا نشان یہ ہے کہ وہ اگاپے محبت کو سیکھ رہا/رہی ہے۔

لوقا ۱۴ باب میں یسوع کی ہدایات

بائبل مقدس میں بہت سے حوالہ جات ایسے ہیں جن کو اگاپے محبت کی مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اِس کا مطلب اِس عنوان کا مکمل مطالعہ پیش کرنا نہیں ہے۔ لہٰذا ہم نے لوقا ۱۴:۱۲۔۱۴ میں بیان کی

گئی کچھ ہدایات کا انتخاب کیا ہے،

''پھر اُس نے اپنے بُلانے والے سے بھی یہ کہا کہ جب تو دن کا یا رات کا کھانا تیار کرے تو اپنے دوستوں یا بھائیوں یا رشتہ داروں یا دولت مند پڑوسیوں کو نہ بُلا تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ بھی تجھے بُلائیں اور تیرا بدلہ ہو جائے۔ بلکہ جب تو ضیافت کرے تو غریبوں لُنجوں لنگڑوں اندھوں کو بُلا۔ اور تجھ پر برکت ہوگی کیوں کہ اُن کے پاس تجھے بدلہ دینے کو کچھ نہیں اور تجھے راست بازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا۔''

آسان الفاظ میں یہ ہدایت اگاپے محبت کے اصول کو ظاہر کرتی ہے۔ فیلیو محبت ایک نصفا نصف تعلق ہے، آپ نے میری مدد کی اِس لیے میں نے بھی آپ کی مدد کی۔ یہ مساوی بدلہ کا تقاضا کرتی ہے، کیوں کہ یہ اِس کا قانونی حق ہے۔ لیکن اگاپے محبت اُس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کوئی شخص کسی کے ساتھ نیکی کرتا ہے اور بدلہ میں دُوسرے سے کسی قسم کا تقاضا نہیں کرتا۔

غور کریں کہ اِس کا اجر ''راست بازوں کی قیامت میں بدلہ ملے گا''۔ ہم جانتے ہیں کہ لوگوں کو اُن کے اجر جی اُٹھنے پر دیئے جائیں گے۔ لیکن مکاشفہ ۲۰ باب میں دو قیامتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلی قیامت جیسا ہم نے پہلے باب میں دیکھا اُس میں صرف غالب آنے والے شامل ہوں گے، جب کہ عمومی قیامت ہزار سال کے بعد ہوگی جس میں نیک و بد دونوں شامل ہوں گے (یوحنا ۵: ۲۸، ۲۹)۔

اِس طرح ہم نے لوقا ۱۴ باب میں یسوع کی تعلیمات کو دیکھا کہ وہ جو خُدا کی غیر مشروط محبت کو ظاہر کرتے ہیں اُن کو ''راست بازوں کی قیامت'' یعنی پہلی قیامت پر اجر دیا جائے گا۔

چوتھا باب

متفق ہونا

غالب آنے والا بننے کے لیے معاف کرنا بنیادی ضرورت ہے۔ایک مسیحی محض اِس لیے ایسا کرتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ خُدا اِس کا تقاضا کرتا ہے۔دُوسرے لفظوں میں یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ خُدا سے متفق ہوئے بغیر بھی معاف کیا جاسکے، دُوسروں کو مجبوری کے تحت بھی معاف کیا جاسکتا ہے۔

اِسی طرح ایک شخص فرمانبردار ہوسکتا ہے اور خُدا کی مرضی سے متفق ہوئے بغیر اپنے آپ کو اُس کے سپرد کرسکتا ہے۔دولوگ جو ایک دُوسرے سے متفق نہیں اِسی صورت میں اکٹھے چل سکتے ہیں اگر اُن کے درمیان غیر مشروط محبت ہوگی۔غیر مشروط محبت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ایک دُوسرے کے ساتھ متفق ہیں۔

لہٰذا پہلے تمام تقاضے جن کو ہم نے بیان کیا، دراصل وہ ایسے تقاضے ہیں جن کو اِس زمین پر رہتے ہوئے بہ طور خُدا کے خادم ہمیں لازماً سیکھنا چاہیے۔متفق ہونا دوستوں کی خوبی ہے۔اتفاق کرنا ایک ایسا سبق نہیں جسے ہم فطرتاً سیکھ لیتے ہیں اور پھر اُس کے مطابق چلنا شروع کر دیتے ہیں۔

پیدایش ۲:۲۴ میں لکھا ہے،

> ''اِس واسطے مرد اپنے ماں باپ کو چھوڑے گا اور اپنی بیوی سے ملا رہے گا اور وہ ایک تن
> ہوں گے۔''

بہت سے لوگوں کے خیال میں ''ایک تن'' ہونا خالصاً ایک جسمانی اور جنسی اختلاط ہے۔وہ لوگ جو اِس کا گہرا ادراک رکھتے ہیں وہ اِس بات کو سمجھتے ہیں کہ یہ ایک جان اور ایک ذہن ہونے کو بھی ظاہر کرتا ہے۔لیکن کچھ باتیں اِس سے بھی گہری ہیں۔یہ ایک رُوح بھی بننا ہے۔تاہم اِن تمام درجات پر جو بنیادی تصور پیش کیا گیا ہے وہ اتحاد یا متفق ہونا ہے۔

اِسی وجہ سے یسوع مسیح نے اپنے باپ یہوواہ اور ایل شیدائی[1] کو چھوڑا اور ''اپنی دلہن سے ایک تن'' ہونے

1۔ایل شیدائی: یہ نام دو الفاظ کا مرکب ہے۔ایل: یہ سامی زبان میں خُدا کے لیے ایک بنیادی لفظ ہے۔یہ عبرانی لفظ ''ایلوہیم'' کا صیغہ جمع ہے بنی اسرائیل اسی نام سے خُدا کو یاد کرتے تھے۔ شیدائی کا مادہ ''شاذ'' ہے اور اس کے دو معنی ہیں پہلے معنی زور اور طاقت کے ہیں، اور دوسرے ''چھاتی'' کے ہیں۔اُردو میں اس کا ترجمہ اکثر خُدائے قادر (پیدایش ۱۷:۱؛ ۲۷:۳) یا قادرِ مطلق (گنتی ۲۴:۴؛ ایوب ۵:۱۷) کیا گیا ہے۔لیکن یہ ترجمہ زیادہ موزوں نہیں ہے کیوں کہ یہ عبرانی زبان کے مفہوم کو پوری طرح ادا نہیں کرتا۔اس کا مناسب ترجمہ ''پرورش کرنے والا، مامتا دکھانے والا، برومندی بخشنے والا، پالن ہار'' ہونا چاہیے۔(حوالہ: قاموس الکتاب، مولف، ایف۔ایس۔خیر اللہ، مسیحی اشاعت خانہ ۳۶ فیروز پور روڈ لاہور، ۲۰۰۵ء، ص: ۱۱۹۷)

کے لیے زمین پر آیا۔ یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہوواہ اور ایل شیدائی دو مختلف خُدا ہیں، جیسے کچھ لوگ خیال کر سکتے ہیں۔ اُس پر بحث کرنا ہمارے عنوان کا حصہ نہیں، لیکن پیدایش ۲:۲۴ کو پورا کرتے ہوئے، یسوع زمین پر آیا جہاں اُس کی دلہن رہتی ہے تاکہ وہ اُس کے ساتھ ''ایک تن'' ہو سکے۔

ازدواجی رشتے کی دو اقسام

ایک غالب آنے والا وہ ہے جو خُدا کے ساتھ متفق ہے۔ متفق ہونا نئے عہد کی شادی میں سب سے اہم جزو ہے جس کی تصویر کشی سارہ میں کی گئی جو ایک آزاد عورت تھی۔

گلتیوں ۴:۲۲۔۳۱ میں پولس رسول دو عہدوں کے بارے میں بات کرتا ہے، جس کی تصویر کشی اُس نے سارہ اور ہاجرہ میں کی جن میں ایک آزاد اور دُوسری غلام عورت تھی۔ بائبل کے زمانہ میں دو طرح کی شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ اگر ایک شخص اپنی لونڈی سے شادی کرتا تو اُن کے درمیان یہ رشتہ ایک مالک اور نوکر سے برتر ہوتا۔ ایسی بیوی کو کچھ حقوق حاصل ہوتے اور خاندانی فیصلے کرنے میں اُس کو کسی قسم کا حق حاصل نہیں تھا۔ اُس کا شوہر اُسے یہ استحقاق دے سکتا تھا لیکن وہ ایسا کرنے کا پابند نہ تھا۔

یہ ہاجرہ کی شادی کا عہد ہے۔ یہ اُس رشتہ کو بھی ظاہر کرتا ہے جو خُدا اور اسرائیل کے درمیان تھا جب کوہِ سینا پر اُن کا خُدا کے ساتھ سمبندھ ہوا۔ یہ ایک پرانے عہد کی شادی تھی، اور خروج ۱۹:۸ میں اسرائیل نے قسم کھائی کہ وہ خُدا کے بہ طور شوہر فرمانبردار رہیں گے۔ اسرائیل بہ طور قوم خُدا کی خدمت گزار بیوی بن گیا۔

یہ ایک عارضی سمبندھ تھا، لیکن یہ مکمل طور پر اُس شادی کے رشتہ کی مانند بھی نہیں تھا جو خُدا اپنے لوگوں سے چاہتا تھا۔ وہ اِس سے بہتر تعلق کو چاہتا تھا اِس لیے اُس نے یہ منصوبہ بنایا کہ وہ بالآخر اسرائیل کو طلاق دے دے گا (یرمیاہ ۳:۸) اور ایک نیا عہد قائم کرے گا جو بہتر چیزوں پر مشتمل ہو گا۔

نئے عہد کی تصویر کشی سارہ میں کی گئی ہے جو ایک آزاد عورت تھی۔ نئے عہد کی شادی فرمانبرداری کے تصور پر مبنی نہیں بلکہ یہ متفق ہونے پر مبنی ہے۔ اِس وجہ سے نبی، ہوسیع ۲:۱۶ میں اسرائیل کے خُدا کے ساتھ شادی کے نئے عہد کے بارے میں بات کرتا ہے، وہ کہتا ہے، ''تب وہ مجھے اِیشی (My Husband) کہے گی اور پھر بعلی (My Lord or My Master) نہ کہے گی۔''

جب ایک شادی شدہ جوڑا آپس میں متفق ہو تو پھر فرمانبرداری کے بارے میں بات کرنے کی کیا ضرورت؟ یہ غیر مناسب ہو گا، کیوں کہ ایک بیوی کو اُس کام کو کرنے کا حکم دینا مناسب نہیں جو وہ پہلے سے ہی

کرنا چاہتی ہے۔ اختیار صرف اُس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب اتفاق کی کمی ہو،اور صاحبِ اختیار اکثر دُوسروں کواُن کی مرضی کے خلاف کچھ کرنے کا حکم دیتا ہے۔

اِس وجہ سے خُداوند کا کوئی ارادہ نہیں کہ وہ نہ غالب آنے والوں کا دُلہا بنے۔ایک غالب آنے والا وہ ہے جو خُدا (یسوع مسیح) کے ساتھ متفق ہے۔ایک غالب آنے والا اُس کی مرضی کو جانتا ہے یا وہ اُس وقت تک اُسے جاننے کی کوشش کرتا ہے جب تک وہ اُسے جان نہیں جاتا۔اور جب وہ خُدا کی مرضی کو جان جاتا ہے تو وہ اُس کے ساتھ متفق ہو جاتا ہے یا وہ اُس کے فہم کی تلاش کرنا جاری رکھتا ہے جب تک وہ اُس کے ساتھ مکمل طور پر متفق نہیں ہو جاتا۔سیکھنے اور رُوحانی ترقی کے دوران، یقیناً غالب آنے والا فوراً ہی خُدا کی مرضی کو نہیں جان سکتا۔لیکن اِس کے دوران وہ ایک اچھے نوکر کی طرح اُس کی فرمانبرداری کرے گا۔لیکن وہ محض خُدا کی مرضی کو پورا کرنے سے مطمئن نہیں ہوتا۔وہ خُدا کی عقل کو جاننے کی کوشش کرتا ہے جب تک کہ وہ مکمل طور پر اُس سے متفق نہیں ہو جاتا۔

خُدا سے متفق نہ ہونا کم عقلی ہے۔اگر ہم کائنات کو اُس طرح دیکھ سکتے جیسے خُدا اُسے دیکھتا ہے،تو ہم اُن تمام چیزوں کا ادراک حاصل کر لیتے کہ خُدا جو کچھ کرتا ہے وہ کیوں کرتا ہے،اور ہمیں اُس سے کوئی اختلاف نہ ہوتا۔مسئلہ یہ ہے کہ ہم دُنیا کو الٰہی تناظر میں نہیں دیکھتے۔

جب کوئی شخص یسوع مسیح کو قبول کرتا اور فسح کے تجربہ سے ایمان سے راست باز ٹھہرتا ہے تو یہ تبدیلی خود بہ خود رونما نہیں ہوتی۔نہ ہی کوئی شخص اُس وقت اُس کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہو جاتا ہے جب وہ پینتکست کے ذریعے رُوح سے معمور ہوتا ہے۔اِس کے لیے ایک شخص کو عیدِ خیام کے رشتہ میں رُوحانی طور پر پروان چڑھنے کی ضرورت ہوتی ہے، ''تاکہ تم خُدا کی ساری معموری تک معمور ہو جاؤ'' (افسیوں ۳:۱۹)۔

یوں جب ہم مسیحیوں پر انفرادی طور پر شادی کے پرانے اور نئے عہد کا اطلاق کرتے ہیں،تو یہ اِس بات کو ظاہر کرتا ہے جب ہم پہلی بار مسیح کے پاس آتے ہیں، ہم فوراً ہی رُوحانی طور پر بالغ نہیں بن جاتے۔مسیح کے ساتھ ہمارا رشتہ ایک مالک اور نوکر کے طور پر شروع ہوتا ہے، بالکل اُسی طرح جس طرح ہمیں پرانے عہد نامہ میں اسرائیل کے گھرانے کے ساتھ اُس کا رشتہ نظر آتا ہے۔ہمیں لازماً سب سے پہلے فرمانبرداری سیکھنی چاہیے، کیوں کہ خُدا کے ساتھ متفق ہونے میں ہماری ترقی میں یہ پہلا قدم ہے۔

الٰہی شریعت کا کام ہمیں بنیادی اصول اور راہنمائی فراہم کرنا ہے جو تحریری صورت میں ہے اور سب

لوگوں پر لاگو ہوتی ہے۔ پھر ہمیں رُوح کی راہنمائی میں چلنے کی تلقین کی جاتی ہے تا کہ ہم خُدا کی عقل کو سمجھ سکیں اور اُن تحریری اصولوں کو دُرست طریقہ سے لاگو کرنا سیکھ جائیں۔ اور پھر ہدایت دی جاتی ہے کہ ہم رُوح القدس کی راہنمائی میں چلیں تا کہ ہم مسیح کی عقل کو سیکھ کر اُن تحریری اصولوں کو بہتر پر لاگو کر سکیں۔

موسیٰ کے ماتحت اسرائیل کو تحریری شریعت دی گئی، لیکن یہ اُس کے متبادل نہ تھی جو دن کو بادل کے ستون اور رات کو آگ کے ستون میں اُن کی راہنمائی کرتا تھا، یہ دونوں رُوح القدس کی راہنمائی کو ظاہر کرتے ہیں۔ نہ ہی رُوح القدس کی راہنمائی اُس سے متصادم ہے جو خُدا نے شریعت میں لکھا تھا۔ دونوں کا ماخذ ایک ہی ہے اور وہ ہمیشہ ایک دُوسرے سے متفق ہیں۔

یوں ایک راست باز کی رُوحانی ترقی کا مقصد فرمانبرداری سے شروع ہوتا اور متفق ہونے پر ختم ہوتا ہے۔ اور اِس طرح جب ہم آج بھی نئے عہد کے ماتحت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، تو یہ کہنا مناسب ہے کہ یہ ہمارا مقصد ہے بجائے اِس کے کہ ہم یہ کہیں کہ ہم نے اُسے حاصل کر لیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ یوحنا نے ''برّہ کی شادی کی ضیافت'' کے بارے میں بات کی گویا یہ ابھی مستقبل میں ہے (مکاشفہ ۹:۱۹)۔ پینتکست کے دَور کے ذریعے یہ شادی کی تیاری کا وقت ہے، جس میں ہم اُس وقت تک فرمانبرداری کرتے ہیں جب تک ہم اُس سے متفق نہیں ہو جاتے۔

نئے عہد میں خُدا کسی بھی ایسے شخص کو اپنی دلہن بنانے کا ارادہ نہیں رکھتا جب تک وہ اُس سے متفق نہیں ہوتا۔ اُس نے کوہِ سینا پر ہاجرہ سے شادی کی، لیکن وہ دُوسری بار صرف سارہ سے شادی کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ صرف غالب آنے والے ہی اُس کے ساتھ حکومت کرنے کے لیے پہلی قیامت کے وارث ہوں گے (مکاشفہ ۲۰:۴۔۶)۔ سارہ (غالب آنے والے) کو نئے عہد کی شادی میں غیر معمولی اختیار حاصل ہے، کیوں وہ صرف وہی کرتی ہے جو اُس کا شوہر کرتا ہے۔ وہ اُس اختیار کو اُسی طرح استعمال کرتی ہے جیسے اُس کا شوہر کرتا ہے، کیوں کہ وہ ''ایک تن'' ہو گئے ہیں (پیدائش ۲:۲۴)۔

اُسے آمین کہنا

مکاشفہ ۳:۱۴ میں لکھا ہے،

''اور لودیکیہ کی کلیسیا کے فرشتہ کو یہ لکھ کہ جو آمین اور سچا اور اور برحق گواہ اور خُدا کی

خلقت کا مبدا ہے وہ یہ فرماتا ہے کہ۔''

یہاں یسوع لودیکیہ کے فرشتہ سے بات کرتے ہوئے اپنے آپ کو ''آمین'' کہتا ہے۔ یہ عنوان یسعیاہ ۶۵:۱۶ سے لیا گیا ہے جہاں لکھا ہوا ہے،

> ''یہاں تک کہ جو کوئی رُویِ زمین پر اپنے لیے دُعایِ خیر کرے خُدایِ برحق (Heb:amen) کے نام سے کرے گا اور جو کوئی زمین میں قسم کھائے خُدایِ برحق (Heb:amen) کے نام سے کھائے گا۔۔۔''

حق (سچ) کے لیے عبرانی لفظ ''amet'' یا ''emet'' ہے۔لیکن آمین کا مطلب برحق ہے۔ یہ الفاظ آپس میں نسبت رکھتے ہیں لیکن من وعن ایک جیسے نہیں ہیں۔اگر یسعیاہ خُدایِ برحق کی طرف اشارہ کرنا چاہتا تو وہ لفظ amet استعمال کرسکتا تھا۔لیکن اُس نے ایسا نہیں کیا۔اُس نے لفظ amen کا استعمال کیا۔ اِس لفظ کو استعمال کرتے ہوئے، اُس نے اِسے خُدا کے نام سے بدل دیا، جیسا کہ مکاشفہ ۳:۱۴ میں دکھایا گیا ہے۔

لفظ آمین گنتی ۵:۲۲؛ استثنا ۲۷:۱۵۔۲۶ اور اِس کے علاوہ دُوسری بہت سی جگہوں پر استعمال ہوا ہے جو اِس کی تصدیق کو ظاہر کرتا ہے۔وہ لوگ جنھوں نے ''آمین'' کہا وہ اِس کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ کسی چیز کو سچ مانتے ہیں اور وہ کلام کو تسلیم کرنے پر متفق ہیں۔اور اِسی طرح مکاشفہ ۳:۱۴ میں ہم یسوع کو اپنے آپ کو خُدا کا ''آمین'' کہتے ہوئے دیکھتے ہیں، جو اُس کے اپنے باپ کے ساتھ مکمل طور پر متفق ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ یوحنا ۵:۱۹ میں ہم پڑھتے ہیں،

> ''پس یسوع نے اُن سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کرسکتا سوا اُس کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے کیوں کہ جن کاموں کو وہ کرتا ہے اُنہیں بیٹا بھی اُسی طرح کرتا ہے۔''

دوبارہ یوحنا ۵:۳۰ میں یسوع کہتا ہے،

> ''میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا۔جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت راست ہے کیوں کہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔''

اِسی بات نے یسوع کو باپ کا ''آمین'' بنا دیا۔باپ نے آسمانی اور بیٹے نے زمینی گواہی دی۔ اِن دو

گواہیوں نے تمام باتوں کو دو گواہوں کی شریعت کے مطابق قائم کیا۔ اِسی طرح ابتدا میں زمین و آسمان کی تخلیق ہوئی، کیوں کہ ہم یوحنا ۱:۳ میں پڑھتے ہیں،

''سب چیزیں اُس کے وسیلہ (dia:"through") سے پیدا ہوئیں اور جو کچھ پیدا ہوا اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔''

باپ رُوح ہے؛ بیٹا رُوح سے بنا جسم ہے یعنی رُوحانی بدن۔ یہ دونوں مل کر ہم آہنگی اور ربط سے کام کرتے اور تمام چیزوں کو قائم کرتے ہیں۔ آسمان اور زمین دو گواہ تھے جو کائنات کو تخلیق کرنے کے لیے درکار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی، خُدا کے آمین کے بارے میں ہمیں بتانے کے بعد اگلی آیات (یسعیاہ ۶۵: ۱۷۔۱۹) میں کہتا ہے،

''کیوں کہ دیکھو میں نئے آسمان اور نئی زمین کو پیدا کرتا ہوں اور پہلی چیزوں کا پھر ذکر نہ ہوگا اور وہ خیال میں نہ آئیں گی۔ بلکہ تم میری اِس نئی خلقت سے ابدی خوشی اور شادمانی کرو کیوں کہ دیکھو میں یروشلیم کو خوشی اور اُس کے لوگوں کو خُرّمی بناؤں گا۔ اور میں یروشلیم سے خوش اور اپنے لوگوں سے مسرور ہوں گا اور اُس میں رونے کی صدا اور نالہ کی آواز پھر کبھی سنائی نہ دے گی۔''

یہ حقیقت ہے کہ جب ہم مکاشفہ ۲۱: ۱۔۵ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اِس بات کو جان جاتے ہیں کہ یسعیاہ نئے یروشلیم کی بات کر رہا ہے نہ کہ پرانے یروشلیم کی۔ نئے یروشلیم میں خُدا تمام آنسوؤں کو پونچھ دے گا، جیسا کہ یسعیاہ نے بیان کیا ہے۔ اور پانچویں آیت کا اختتام اِن الفاظ سے ہوتا ہے،

''اور جو تخت پر بیٹھا ہوا تھا اُس نے کہا دیکھ میں سب چیزوں کو نیا بنا دیتا ہوں۔ پھر اُس نے کہا لکھ لے کیوں کہ یہ باتیں سچ اور برحق ہیں۔''

اگر وہ آسمان، زمین اور یروشلیم نہیں تو پھر وہ کیا ''نیا'' بنا رہا ہے؟ اور اِسی طرح ہم مکاشفہ ۳: ۱۴ پر واپس جائیں تو ہم پڑھتے ہیں،

''جو آمین اور سچا اور برحق اور خُدا کی خلقت کا مبدا ہے۔۔۔''

یہ من وعن آمین کے اصول سے ہے جس کے مطابق ابتدا میں تمام چیزوں کو تخلیق کیا گیا۔ اِسی آمین کے اصول سے نئی تخلیق مکمل ہوگی جب وہ سب چیزوں کو نیا بنائے گا۔ اِس میں فرق صرف اتنا ہوگا کہ اِس وقت وہ

آمین لوگوں یعنی غالب آنے والوں کے بدن کو جنم دے رہا ہے، ایک لحاظ سے وہ اپنے بدن کو ترتیب دے رہا ہے اور دُوسرے لحاظ سے اپنی دلہن کو کیوں کہ وہ ''ایک تن'' ہوں گے۔

ایک تن ہونا (پیدایش ۲:۲۴) اتحاد کا سب سے لازمی اور اولین جزو ہے، جس میں رُوح، جان اور بدن آپس میں متفق ہوتے ہیں۔ غالب آنے والے اپنے باپ کے ساتھ رُوح میں ایک ہوتے ہیں۔

غالب آنے والے زندہ قربانیاں بن گئے اور اپنی عقل (جان) کی تجدید سے تبدیل ہو گئے۔ اِس بدن میں سر اتحاد میں رہتا ہے۔ اور اب خُدا اُسی غالب آنے والے گروہ کو آمین لوگ بننے کی تعلیم دے رہا ہے، تا کہ وہ ہر ایک بات میں اُس کے ساتھ متفق ہوں، اِسی ترتیب سے وہ اپنے زمینی گواہوں کے ذریعے ایک نئی زمین، نئے آسمان اور ایک نیا یروشلیم تخلیق کرے گا۔

اختتامیہ

ایک غالب آنے والا ہونا واقعی مشکل نہیں ہے۔ اِس کے اصول بہت سادہ ہیں، اور یہ کسی نہ کسی طور پر گرجا گھروں بلکہ ہر جگہ سکھائے جاتے ہیں۔ کس نے اِس بارے میں نہیں سنا کہ معاف کرنا راست بازی ہے؟ کس مسیحی نے کبھی دُعائے ربّانی نہیں پڑھی؟ جہاں لکھا ہے، ''اور جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر''؟ کس مسیحی نے نہیں سنا کہ خُدا ہم سے فرمانبرداری کی توقع کرتا ہے؟ کس مسیحی نے نہیں سنا کہ ہم مسیح کی غیر مشروط محبت کو ظاہر کریں گے؟

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے اندر ''بزرگی'' کا پرانا کیتھولک تصور پیوست ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صرف چند لوگ ''مقدس'' ہیں، اور یہ راستہ ایک عام شخص کے لیے بہت مشکل ہے۔ ایسی ذہنیت نے بہت سے کیتھولک کی حوصلہ شکنی کی۔ میں نے کئی بار لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے، ٹھیک ہے، میں مقدس نہیں بن سکتا، اِس لیے میں یہاں رہتے ہوئے بھی زندگی سے لطف اندوز ہوسکتا ہوں۔ جب تک میں کلیسیا کا رُکن ہوں، میں جانتا ہوں کہ کسی نہ کسی دن میں جنت میں پہنچ جاؤں گا، یہاں تک کہ اگر مجھے مقامِ کفارہ میں بھی بہت سا وقت گزارنا پڑے۔'' کیتھولک کلیسیا میں بہ طور ایک ''مقدس'' تسلیم کیے جانے کے لیے کسی شخص کو کم از کم دو قابل تصدیق معجزات انجام دینے پڑیں گے۔ یہ یوحنا بپتسمہ دینے والے کو نااہل قرار دیا جانا ہوسکتا ہے جس نے کوئی معجزہ نہیں کیا (یوحنا ۱۰:۴۱)۔ اِس عظیم ترین نبی نے کوئی معجزہ نہیں کیا۔ متی ۱۱:۱۱ میں لکھا ہے،

> ''میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں اُن میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا لیکن جو آسمان کی بادشاہی میں چھوٹا ہے وہ اُس سے بڑا ہے۔''

لیکن آدمیوں نے مذہب میں اعلیٰ مقامات حاصل کرنے کی اُمید میں خُدا کی بادشاہی میں بڑا بننے کی سازش کی، یسوع نے اُنھیں کہا کہ کوئی بھی اِس طرح خُدا کی بادشاہی میں بڑا نہیں بنے گا۔ دراصل کوئی بھی چیز جو مذہبی راہنماؤں کو کرنی چاہیے تھی وہ یہ تھی کہ اُنھیں خُدا کی بادشاہی میں اختیار کے سلسلہ میں سب سے نیچے ہونا تھا۔ متی ۲۰ باب میں یسوع نے اِسے واضح کردیا:

> ''مگر یسوع نے اُنھیں پاس بلا کر کہا تم جانتے ہو کہ غیر قوموں کے سردار اُن پر حکم

چلاتے اور امیر اُن پر اختیار جتاتے ہیں۔ تم میں ایسا نہ ہوگا بلکہ جو تم میں بڑا ہونا چاہے وہ تمہارا خادم بنے۔ اور جو تم میں اوّل ہونا چاہے وہ تمہارا غلام بنے۔ چناں چہ ابن آدم اِس لیے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اِس لیے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔" (متی ۲۰: ۲۵۔۲۸)

مرقس ۹: ۳۵ میں بھی اِس کی گواہی دی گئی ہے کہ،

"پھر اُس نے بیٹھ کر اُن بارہ کو بُلایا اور اُن سے کہا کہ اگر کوئی اول ہونا چاہے تو وہ سب میں پچھلا اور سب کا خادم بنے۔"

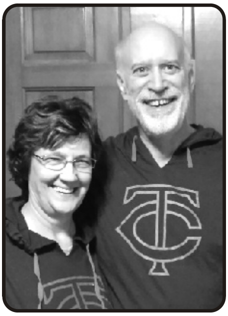
لہٰذا مقدس ہونے کا تصور غالب آنے کی بائبلی تعلیم سے مختلف ہے۔ ایک نظریہ لوگوں کی نظر میں بڑا بننے کا تقاضا کرتا ہے؛ جب کہ دُوسرا نظریہ چھوٹا بننے کا تقاضا کرتا ہے۔ اور نہ ہی غالب آنے کے لیے غیر معمولی علم کی ضرورت ہے۔ غالب آنے کے لیے خوندا گی بھی تقاضا نہیں اور نہ ہی سیمنری جانے سے کوئی شخص غالب آ سکتا ہے۔ غالب آنے کا تعلق دو عظیم حکموں سے یہ ہے: اپنے سارے دل سے خُداوند سے محبت رکھ اور اپنے پڑوسی سے اپنی مانند محبت رکھ۔

غالب آنے والا ہونے کے لیے اپنے یسوع مسیح کے ساتھ رشتے میں وفادار رہنے اور ہر اُس چیز کو کرنے کی ضرورت ہے جو وہ کہتا ہے۔ یسوع نے متی ۲۵ باب میں ایک تمثیل سنائی، جس میں ظاہر کیا گیا کہ خُدا کی بادشاہی میں کس کو اختیار دیا جائے گا۔ متی ۲۵: ۲۱ میں لکھا ہے،

"اُس کے مالک نے اُس سے کہا اے اچھے اور دیانت دار نوکر شاباش! تو تھوڑے میں دیانت دار رہا۔ میں تجھے بہت چیزوں کا مختار بناؤں گا۔ اپنے مالک کی خوشی میں شریک ہو۔"

یہ مالک کسی بڑے سپہ سالار یا پوپ سے مخاطب نہیں ہے۔ وہ اپنے ایک غلام سے مخاطب ہے۔ مالک بڑی فتوحات کی تلاش نہیں کر رہا، وہ صرف زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں میں وفاداری کی تلاش میں ہے۔ اور یہی غالب آنا ہے۔

مصنف کے بارے میں



ڈاکٹر اسٹیفن ای۔ جانز ۲۹ جنوری ۱۹۵۰ء کو امریکہ کی ریاست انڈیانا کے ایک شہر ماریون میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد تھامس نے سیمنری کی تربیت مکمل کرنے کے بعد جنوبی مینیسوٹا میں تین چرچز میں پاسبانی خدمات سرانجام دیں۔ تین سال کے بعد، آپ کا خاندان فلپائن میں خدمت کے لیے بہ طور مشنری چلا گیا۔ ۱۹۶۳ء میں وہ واپس مینیسوٹا آ گئے۔

اسٹیفن نے مینیسوٹا میں ہائی سکول کی تعلیم حاصل کی اور پھر سینٹ پال بائبل کالج میں دو سال کی تربیت کے لیے چلے گئے، وہاں آپ کی ملاقات اپنی بیوی ڈارلا (Darla) سے ہوئی۔ اِس کے بعد آپ مزید دو سالہ تربیت کے لیے یونی ورسٹی آف مینیسوٹا میں گئے وہاں آپ نے فلسفہ اور لاطینی اور یونانی ادب کا مطالعہ کیا۔ بعدازاں آپ نے اپنی ماسٹر اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں علمِ الٰہیات میں مینیسوٹا سکول آف تھیالوجی سے حاصل کیں۔

اسٹیفن اور ڈارلا کی شادی ۱۹۷۱ء میں ہوئی۔ اُن کی تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں شادی شدہ ہیں لیکن بیٹے ابھی غیر شادی شدہ ہیں۔ آپ کے سات پوتے اور پوتیاں اور ایک پر پوتی ہے۔

آپ ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء تک بہ طور اسسٹنٹ پاسٹر اپنی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر

خُدا نے آپ کو بارہ سال کے لیے خدمت میں سے کلامِ خُدا کے عمیق مطالعہ کے لیے بلا لیا۔اِس وقت کے دوران آپ نے رُوحانی جنگ اور شفاعت میں گہرا تجربہ حاصل کیا۔۱۹۹۳ءتک آپ اِس مطالعہ میں محور رہے۔

آپ نے اپنی پہلی تین کتابیں ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۹ء کے دوران لکھیں، لیکن آپ کی زیادہ تر کتابیں ۱۹۹۳ء کے بعد لکھی گئیں۔آپ نے ۲۰۰۸ء میں ایک بائبل سکول کا نصاب مرتب کرنے کے لیے بائبل مقدس کی مختلف کتابوں کی تفاسیر کا آغاز کیا۔ یہ منصوبہ ۲۰۲۱ء میں مکمل ہو گیا جب آپ نے یسعیاہ کی کتاب پر ایک تفسیر لکھ لی۔اب آپ ایک بائبل سکول کو قائم کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں جس میں مبشرین، اساتذہ اور پاسٹرز کی تربیت کی جائے۔

آپ سو سے زائد کتابیں لکھ چکے ہیں جو کلامِ مقدس کے اُس مکاشفہ کے مطابق تعلیم دیتی ہیں جو خُدا نے آپ پر ظاہر کیا۔آپ کی کچھ کتابیں پندرہ سے زائد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں۔آپ بہت سے ممالک میں خُدا کے کلام کی تعلیم دے چکے ہیں جن میں کینیڈا، ہیٹی، ٹرینیڈیڈ، فلپائن، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا اور جنوبی افریقہ شامل ہیں۔

مترجم کی ترجمہ شُدہ کُتب

۱۔ عورت کو الزام مت دوں
۲۔ روح القدس میں دُعا
۳۔ پاک دامن عورت
۴۔ استحکام
۵۔ اکیسویں صدی میں بچوں کی خدمت کی دوبارہ سے وضاحت
۶۔ ہمارا حیرت انگیز خُدا
۷۔ قوت سے بھریں
۸۔ تفہیم ولادت المسیح
۹۔ آئیوی کی مہم جوئی اور خُدا
۱۰۔ پاور کلبز تربیتی کتابچہ
۱۱۔ بچوں کو دُعا کرنے دیں
۱۲۔ مخلصی اور نجات
۱۳۔ رُوحانی جنگ
۱۴۔ دُعا اور روزہ
۱۵۔ ارشادِ اعظم
۱۶۔ مسیحی کردار
۱۷۔ عملی منادی
۱۹۔ تعارف مطالعہ بائبل
۲۰۔ ایک سے چالیس تک بائبلی اعداد کے معانی
۲۱۔ الٰہی محبت اور معافی
۲۲۔ خُدا کو جاننا
۲۳۔ سب چیزوں کی بحالی
۲۴۔ قیامت کا مقصد
۲۵۔ آمدِ ثانی کے قوانین
۲۶۔ ایمان کے سفر کی بیاض
۲۷۔ خُدا کی بادشاہی
۲۸۔ عالمگیر کفارہ کی مختصر تاریخ
۲۹۔ کلیسیاء کا اُٹھایا جانا
۳۰۔ خُدا کے فرزند
۳۱۔ غالب آنے والا کیسے بننا ہے؟

مترجم کے بارے میں



آپ ۲۸ دسمبر ۱۹۸۴ء کو گوجرانوالہ کے ایک گاؤں آٹاوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ ہائی سکول آٹاوہ سے حاصل کی۔ میٹرک کرنے کے بعد پاکستان آرمی کے شعبہ الیکٹریکل مکینیکل انجینئرنگ (EME) میں بہ طور وہیکل مکینک شمولیت اختیار کی۔ پاکستان آرمی میں رہتے ہوئے اپنی پیشہ ورانہ خدمت کے ساتھ ساتھ اپنے تعلیمی سفر کو بھی جاری رکھا۔ وہاں رہتے ہوئے آپ نے ایف۔اے، بی۔اے، ایم۔اے (اُردو، تاریخ)، بی۔ایڈ، اور ایم۔ایڈ کی ڈگریاں مکمل کیں۔ ۲۰۲۲ء میں آپ نے یونی ورسٹی آف سیالکوٹ سے ایم فل کی ڈگری مکمل کی۔ مارچ ۲۰۲۳ء میں آپ نے اسلام آباد سے اپنی پی ایچ ڈی (اُردو) کی ڈگری کا آغاز کر دیا۔

۲۰۰۶ء میں آپ نے اپنے مسیحی تعلیم کے سفر کا آغاز کیا۔ آپ نے پاکستان بائبل کارسپانڈنس سکول سے انگریزی اور اُردو بائبل کورسز مکمل کیے، گوجرانوالہ تھیولاجیکل سیمنری (پریسبیٹرین سکول آف ڈسٹنٹ لرننگ) سے ڈپلومہ آف تھیالوجی، فیتھ تھیولاجیکل سیمنری گوجرانوالہ سے بی۔ٹی۔ایچ، ایم۔ڈیو، اور ڈاکٹر آف منسٹری کی ڈگریاں مکمل کیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بچوں کی تربیت کا آن لائن کورس (SSCM) امریکہ سے مکمل کیا۔
مارچ ۲۰۲۰ء میں آپ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے امریکہ کے ایک بائبل کالج نے آپ کو ڈاکٹر آف ڈونٹی کی اعزازی ڈگری سے نوازا۔
آپ کلائمب انسٹیٹیوٹ پاکستان کے پریزیڈنٹ اور ونگ سولز سکول آف تھیالوجی کے پرنسپل کی خدمات بھی سرانجام دے رہے ہیں۔ جہاں پر پورے پاکستان سے طلبا و طالبات خط و کتابت کے ذریعے بائبل کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
آرمی میں رہتے ہوئے آپ نے جسمانی تربیت کا سرٹیفکیٹ (PACES) مکمل کیا۔ اِس کے علاوہ آپ نے نسٹ (NUST) یونی ورسٹی سے ملحق الیکٹریکل مکینیکل انجینئرنگ کالج اسلام آباد سے ٹینک الضرار (Al-Zarar) کی خصوصی تربیت حاصل کی۔
۲۰۰۵ء میں آرمی کی سروس کے دوران آپ کی زندگی میں ایک حادثہ پیش آیا جس کی وجہ سے آپ نے اپنی زندگی خُداوند کو دے دی۔ ۲۰۰۹ء میں آپ کی مخصوصیت بہ طور مبشر پاسٹر کنگ سلے (انگلینڈ) نے کی اور آپ نے اپنے خدمتی سفر کا آغاز کر دیا۔
۱۶ اکتوبر ۲۰۰۹ء میں آپ کی شادی اپنی خالہ زاد سے ڈسکہ میں ہوئی۔ آپ کی بیوی پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر ہیں۔ خُدا نے آپ کو دو خوبصورت بیٹیوں (جینفر فیاض اور جیسیکا فیاض) اور ایک بیٹے ابرہام یشوع سے نوازا ہے۔
۲۰۱۲ء میں آپ نے ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز کا آغاز کیا۔ ۲۰۱۵ء میں آپ نے آرمی کی سروس کو خیر باد کہہ کر کل وقتی خدمت کا فیصلہ کیا۔ اب آپ بائبل اور مسیحی لٹریچر کی مفت تقسیم، بائبل سکول، سنڈے سکول، تعلیم بالغاں برائے خواتین، فری میڈیکل کیمپ، مسیحی بچیوں کے لیے سلائی اور پارلر کی تربیت اور یتیم بچوں کے لیے مفت تعلیم جیسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔
آپ دی گڈ شیپرڈ سکول کے پرنسپل ہیں۔ جہاں مسیحی بچوں کے لیے تعلیم و تربیت کا عمدہ بندوبست کیا جاتا ہے۔ یہاں مسیحی بچوں کو دُنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ ٹھوس بائبلی تعلیم سے بھی لیس کیا جاتا ہے۔ آپ کی زندگی کا مقصد مسیحی قوم کے بچوں کو رُوحانی اور معاشرتی طور پر اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا اور بالغ بنانا ہے۔

ونگ سولز فار کرائسٹ منسٹریز (رجسٹرڈ)

WINNING SOULS FOR CHRIST MINISTRIES

Col: 3:23

مریم صدیقہ ٹاؤن، چندا قلعہ، گوجرانوالہ 0300-7499529, 0346-2448983